شموئل
احمد
ناولٹ

ناول

شموئل احمد

موڈرن پبلشنگ ہاؤس

۹ گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی ۲-۱۱۰۰۰

وہ حسب معمول پیٹھ گھما کر لیٹ گیا تھا اور وہ اُسی طرح چت لیٹی چھت کو گھورنے لگی تھی..... دفعتاً اس کو اپنا اس طرح چت لیٹے رہنا انتہائی ذلّت آمیز لگا۔ ...کسی شکست خوردہ آدمی کی طرح چاروں خانے چت لیٹ جانا جیسے اس کا مقدّر ہے۔ .... اور خود وہ کسی فاتح کی طرح......

اس نے نفرت سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی انگلیاں چٹخا رہا تھا۔ ایک دوبار کھانس کر اس نے گلا صاف کیا اور تب یہ سوچ کر وہ حقارت سے بھر اُٹھی کہ ابھی کچھ ہی دیر میں منھ سے اخ.... اخ.....کی آواز نکالتے ہوئے ایک مکروہ سی جمائی لے گا.... اور اس نے اسی طرح جمائی لی تو بے حد غصّہ سے اس نے سوچا کہ احتجاج کرے کہ اس کا یہ انداز انتہائی بھدّا ہے لیکن پھر یہ سوچ کر خاموش رہ گئی تھی کہ اس میں جمالیاتی حِس کا جس طرح فقدان تھا تو اس کی اس بات کا یقیناً کوئی پاس نہیں کرے گا۔ تب بے حد نفرت سے اپنے کپڑے درست کرتی ہوئی وہ پلنگ سے اُٹھ گئی تھی اور باتھ روم کی طرف جاتی ہوئی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکی تھی کہ وہ اب بے حسی کی نیند سوئے گا جب کہ باتھ روم میں وہ

اپنا بدن.....

کچھ دیر بعد وہ باتھ روم سے نکلی تو اس کو محسوس ہوا کہ اس کا غصّہ کم ہونے کے بجائے بڑھ گیا ہے۔ اس نے پلنگ کی طرف دیکھا۔ وہ حسب معمول نیند میں ڈوب چکا تھا۔ .... اور اس کو اپنی آنکھیں یکایک نمناک محسوس ہوئی تھیں۔ اس کو لگا وہ اس کو کسی نقارچی کے ڈھول کی طرح استعمال کرتا ہے کہ ضرورت پڑے تو ہاتھ میں لے لو اور زور زور سے بجاؤ .... ڈھم ..... ڈھم .... ڈھم .... اور پھر اُتر جاؤ اور پیٹھ گھما کر سو رہو۔

ہزار کوشش کے باوجود اسکی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے... اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا اور سسک سسک کر رو پڑی۔

ان دنوں ایسا نہیں تھا.... تب وہ شروع شروع کے دن تھے اور وہ تلذذ کے پُراسرار لمحوں کے دوران ندی میں ڈوب اور اُبھر رہی ہوتی تھی۔ ان دنوں اسکو حیرت ہوئی تھی کہ وہ کس قدر مین لی (MANLY) تھا۔ وہ بالوں سے بھرے بھرے اس کے ہاتھ..... وہ اس کا چوڑا چکلا سینہ..... وہ اس کی مضبوط گرفت — ان آتشیں لمحوں میں اس کا وسیع سینہ اس کو ہمیشہ ندی کے چوڑے پاٹ کی طرح لگا تھا اور آخری لمحوں کی جادو فشانی کے بعد اس کی دیرینہ خواہش ہوئی تھی کہ اس کے سینے سے لگ کر بے خبر سو رہے .... تب بھی وہ اکثر کروٹ بدل کر سو جایا کرتا تھا لیکن وہ اس کی پیٹھ سے لگ کر آنکھیں بند کر لیتی تھی اور جلد ہی گہری نیند میں ڈوب جاتی تھی۔

اس کو پہلے پہل اس نے اپنے ایک دور کے رشتہ دار کی شادی میں دیکھا تھا۔ سرمئی رنگ کے سوٹ میں اس دن وہ بے حد جاذب نظر لگا تھا.... جس طرح بات بات پر وہ صاحب خانہ کا ہاتھ بٹا رہا تھا تو یہ سمجھنے میں اس کو دیر نہیں لگی تھی کہ ان لوگوں سے اس کے تعلقات قریبی ہیں۔ کھانے کے دوران وہ گھوم گھوم کر ہر میز کا معائنہ بھی کر رہا تھا کہ کہیں کچھ کمی تو نہیں رہ گئی ہے..... بات بات پر بیرے کو ہدایت دیتا.....

دیکھو یہاں چکن نہیں ہے .... تھوڑی بریانی لاؤ .... تھوڑی بریانی اِدھر بھی.... اِس طرف سلاد بڑھاؤ..... اِس دوران وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکی تھی کہ وہ واقعی پھرتیلا اور اسمارٹ ہے۔ ایک بار وہ اس کی میز کے قریب بھی رکا تھا اور مزید چکن کے لئے اصرار کرنے لگا تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ اس کو ہاتھ کے اشارے سے روک پاتی اس نے چکن کا ایک پیس اس کی پلیٹ میں ڈال بھی دیا تھا.... تب اس کو لگا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اس کی میز کے قریب آیا تھا.... گویا اس کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہو..... پھر وہ پاپا کی طرف بھی رجوع ہوا تھا تو وہ زیرِ لب مسکرائی تھی اور ایک بار کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

تقریب کے بعد وہ مہمانوں کو رخصت کرنے میں شامل تھا۔ پاپا کو دیکھ کر وہ آہستہ سے مسکرایا۔ پاپا اس سے کچھ متاثر نظر آرہے تھے۔ ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے اپنا نام و پتہ بتایا تھا کہ وہ گیمنس انڈیا میں انسپکشن انجینئر ہے اور فریزر روڈ گرینڈ اپارٹمنٹ میں رہتا ہے۔ پھر اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ان کو جانتا ہے..... تب پاپا خوش دلی سے مسکرائے تھے اور اس کی طرف مڑ کر مختصر سا تعارف کرتے ہوئے بولے تھے۔

"میری بیٹی ..... یو۔جی سی۔اسکالر ہے....."

اُس نے مسکراتے ہوئے آہستہ سے سر کو خم کیا تو وہ بھی جواباً مسکرائی تھی۔ اِس دوران وہ اُس کو اچھی طرح دیکھ لینے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ آنکھیں گول اور چھوٹی تھیں۔ ان کا رنگ سرخی مائل تھا۔ بھنویں گھنی اور لمبی تھیں یہاں تک کہ پیشانی کے قریب ایک دوسرے کو چھوسی رہی تھیں۔ اُس نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے کے بانکپن میں کہیں ہلکا سا روکھا پن بھی شامل ہے۔ پھر پاپا نے اپنا پتہ بتاتے ہوئے رسمی طور پر اُس سے گھر آنے کی بات کہی تھی۔ جواب میں اس نے مسکرا کر حامی بھری تھی اور ایک نظر اسکی طرف بھی دیکھا تھا

وہ گھر پہنچی تو اُس کا موڈ خوشگوار تھا۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ کرسی کھینچ کر بالکنی میں بیٹھ گئی۔ سامنے سڑک کی دوسری طرف عمارتوں کا سلسلہ تھا اور پرے ندی دور تک پھیلی ہوئی تھی جس کا بہت تھوڑا سا حصہ بالکنی سے نظر آتا تھا۔ ندی کے اِس حصہ میں ال۔ ٹی۔ سی۔ گھاٹ کا کنارہ تھا۔ گھاٹ تک اترنے والی چوڑی سڑک بھی بالکنی سے صاف نظر آتی تھی۔ شمال کی طرف گھاٹ والی سڑک کی بغل میں دوکانوں کی قطار تھی اور اسکے بعد عمارتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

گھاٹ کے قریب کھجور کے چار پانچ درخت تھے جو ایک دوسرے کے اتنے قریب تھے کہ جب ہوا تیز چلتی تھی تو شاخیں محراب سی بناتی ہوئیں ایک دوسرے کو چھونے لگتی تھیں۔

اس نے بالکنی سے جھانک کر نیچے کی طرف دیکھا۔ سڑک پر اکا دکا گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے کرسی ریلنگ کے اور قریب کھینچ لی۔ گھٹنے پر رخسار ٹیک دیئے اور ایک ٹک ندی کی طرف دیکھنے لگی۔ تاروں کی روشنی میں ندی کا جھلملاتا ہوا پانی شوخ آنکھوں کی طرح اشارے کر رہا تھا۔ وہ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ عمارتوں کے روزن بجھنے لگے۔ سڑک آہستہ آہستہ ویران ہو گئی۔ پھر ہر طرف خامشی چھا گئی تو وہ اٹھی اور بستر پر لیٹ گئی۔ کچھ دیر وہ اُسی طرح لیٹی رہی پھر رخسار کو ایک طرف تکیہ سے لگا کر آنکھیں بند کر لیں ......
اُس کو لگا خامشی آہستہ آہستہ گہرانے لگی ہے اور تب اس طرح بند آنکھوں کے درمیان لمحہ لمحہ گہراتی خامشی کو محسوس کرنا اس کو بے حد پُر اسرار لگا..... اپنے آپ کو ایک نقطہ پر سمیٹنے کی کوشش میں وہ پیٹ میں گھٹنے دبا کر سکڑ گئی..... دور کہیں مشین چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آہستہ آہستہ یہ آواز گہرے سکوت میں گھلنے لگی۔ وہ تھوڑی اور سکڑ گئی اور اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر کے خامشی کو جیسے سننے کی کوشش کرنے لگی..... آہستہ آہستہ سب کچھ خامشی کے گرت میں ڈوبنے لگا تھا..... اور دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ خامشی کسی دیوار کی طرح

سچ ہے..... ٹھوس اور جامد..... جسے چھو کر محسوس کیا جا سکتا ہے.... پھر ایسے میں اس نے یکایک آنکھیں کھولیں تو اس کو لگا کسی نے برف کی سل پر بے حد آہستہ سے ضرب لگائی ہے..... خاموشی کا سحر جیسے ٹوٹتا سا محسوس ہوا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور ایک بار کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا۔ تاروں کی روشنی میں ندی کا پانی اُسی طرح جھلملا رہا تھا۔ ہوا میں ہلتی ہوئی کھجور کی شاخیں محرابی ہو رہی تھیں..... اور تب ان کے درمیان ایک تصویر سی اُبھرنے لگی..... ایک دوسرے کو چھوتی ہوئی ابرو کی کمانیں.... تیکھے خدوخال....

"آپ تھوڑی سی چکن لیں گی....؟"

وہ مسکرائی۔ تکیہ کو بغل میں دبایا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

"بس.... تھوڑی سی....."

"جی نہیں.... شکریہ...."

"لیجئے، بھی...."

"ارے..... ارے..... یہ کیا کرتے ہیں....؟"

"آپ یو۔ جی۔ سی اسکالر ہیں.....؟"

"بس یونہی.... بیکار مباش...."

"موضوع ــــ؟"

"پیرا سائیکلوجی ــــ"

"پیرا سائیکلوجی میں کیا ــــ؟"

"میں ڈیتھ پر ریسرچ کر رہی ہوں۔"

"ڈیتھ پر ــــ؟"

"جی ہاں ــــ"

"وہ کیا ــــ؟"

"وہ یہ کہ مرتے وقت آدمی کے محسوسات کیا ہوتے ہیں؟"

"کیا ہوتے ہیں — ؟"

"ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچی۔"

"پھر بھی — ؟"

"اتنا ضرور ہے کہ کچھ لوگ آوٹ آف باڈی اکسپرینس سے گذرتے ہیں۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی ..."

دور کہیں کار کا ہارن سنائی دیا۔ اس نے پاؤں پھیلائے اور چت لیٹ گئی۔ ایک بار آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور زیر لب مسکرائی۔

"گرینڈ اپارٹمنٹ فریزر روڈ کے چوراہے پر ہے ..."

اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ تکیہ کو سینے پر رکھ کر آہستہ سے دبایا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ مشین چلنے کی آواز اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ہر طرف مکمل سکوت چھانے لگا تھا .... اور پھر آہستہ آہستہ نیند اسکی آنکھوں میں اترنے لگی تھی۔

دوسرے دن وہ سو کر اُٹھی تو کافی بشاش تھی۔ اس کو محسوس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ خوش ہے۔ اپنی اس کیفیت پر وہ مسکرائی اور گنگناتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔

اُس دن یونیورسیٹی سے لوٹتے ہوئے اس نے برٹش کاونسل لائبریری سے کچھ کتابیں لیں۔ کچھ رسائل خریدنے کے لئے وہ چوک کی طرف آئی۔ وہاں سے اس کے قدم خود بہ خود فریزر روڈ کی طرف بڑھ گئے۔ کچھ دور جانے پر اس کو حیرت ہوئی کہ وہ فریزر روڈ پر کیوں نکل آئی تھی۔ رسائل تو وہ چوک کے کسی بھی اسٹال سے خرید سکتی تھی۔ اس نے دیکھا سامنے ہی گرینڈ اپارٹمنٹ تھا۔ یہ سوچ کر وہ آہستہ سے مسکرائے بغیر نہیں رہ سکی کہ شاید وہ غیر ارادی طور پر اپارٹمنٹ دیکھنا چاہتی تھی اور تب ہی وہ اس کو اچانک سامنے کھڑا نظر آیا تھا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹھک گئی۔

"آپ..... ؟" وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا تھا۔

"جی ــ" گھبراہٹ میں اس کے منہ سے نکلا۔ اس کو لگا اس کی چوری پکڑی گئی ہے۔

"آپ کو شادی کی تقریب میں دیکھا تھا۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ دگھا کالونی میں رہتی ہیں۔ ؟"

"جی ہاں ــ" اس نے پھر سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کہاں سے آ رہی ہیں ــ ؟"

"یونیورسٹی گئی تھی ...."

اس کو لگا وہ پوچھے گا کہ اس کے ریسرچ کا موضوع کیا ہے ؟ لیکن وہ خاموش رہا۔ تب اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اِسی طرف رہتے ہیں ــ ؟"

"یہ رہا ــ" اس نے اپارٹمنٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"کس فلور میں ــ ؟"

"تھرڈ فلور...... ۳۰۱ نمبر....."

"میرا تو اپارٹمنٹ میں دَم گھُٹ جائے گا..... !!"

"کیوں ــ ؟"

"بند بند سا لگتا ہے..... کچھ دھوپ بھی ہو، سبز گھاس بھی ہو تو مزہ کچھ اور ہے..!"

"اِدھر کیسے آنا ہوا ــ ؟" اس نے یکایک کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ میگزین لینا چاہ رہی تھی...."

ایک گاڑی تیزی سے ہارن بجاتی ہوئی قریب سے گذر گئی ۔

"اُف وہ .... !!" اس نے کانوں پر ہاتھ دھر لئے ۔

وہ خاموش رہا ۔

"کس قدر شور ہے یہاں .... ؟ آپ کیسے رہتے ہیں ۔ ؟"

"مزے میں رہتا ہوں ۔ فلیٹ میں کوئی شور نہیں ہے .... "

"پھر بھی بند بند سا لگتا ہوگا ۔"

"اب عادت ہو گئی ہے ۔"

"یہاں تو کوئی ریسٹوران بھی نظر نہیں آتا کہ بیٹھ کر کافی پی جا سکے ۔"

"ریسٹوراں تو ہے ادھر .... " اس نے پھر گھڑی کی طرف دیکھا ۔

"آپ بار بار گھڑی کیوں دیکھ رہے ہیں .... ؟" وہ مسکرائی ۔

"دفتر کے لئے نکلا تھا ۔"

"دفتر کے لئے ۔ !" اس کے لہجہ میں کچھ حیرت تھی ۔

"جی ہاں ۔"

"دیر ہو رہی ہے تو جائیے .... " اس کا لہجہ یکایک خشک ہو گیا ۔

"آپ میگزین اس کاونٹر سے لے لیجئے ۔" اس نے سامنے اسٹال کی طرف اشارہ کیا ۔

"شکریہ ۔" وہ کچھ جھلا گئی ۔

"اور ریسٹوراں آگے اس موڑ پر ہے ۔"

"مزید شکریہ ۔" اس نے بے حد خشک لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گئی ۔

اور تب اس کو یکایک اپنے آپ پر غصہ آگیا .... آخر پہلی ملاقات میں اتنا کھل کر ملنے کی کیا ضرورت تھی .... یہ تو ایک دم گاودی قسم کا آدمی ہے .... ریسٹوراں کا ذکر ہی نہیں

کرنا چاہیئے تھا.... شاید اپارٹمنٹ میں رہنے والے لوگ کچھ اسی قسم کے ہوتے ہیں...!"
غصّہ میں اس نے رسائل بھی نہیں خریدے اور گھر کی طرف مڑ گئی۔ راستے بھر اسکو رہ رہ کر خیال آتا رہا کہ اس نے ریستوراں کی بات کیوں نکالی....؟ گویا لاشعوری طور پر وہ اس کے ساتھ کافی پینے کی خواہش مند تھی... کیوں....؟ پہلی ملاقات میں اس طرح بے تکلف ہونے کی کوشش کیا معنی رکھتی ہے...؟ کتنی بچکانہ حرکت تھی یہ.... پھر یہ سوچ کر اُس نے خود کو تسلّی دی کہ آئندہ ملاقات میں وہ احتیاط برتے گی۔
لیکن گھر پہنچ کر بھی اُس کا موڈ ٹھیک نہیں ہوا۔ کپڑے تبدیل کئے بغیر وہ بستر پر لیٹ گئی اور چہرہ بازوؤں میں چھپا لیا.... کچھ دیر وہ اسی طرح لیٹی رہی.... پھر بالکنی میں آئی اور کرسی کھینچ کر ریلنگ کے قریب بیٹھ گئی۔
ندی میں مچھوارے جال پھینک رہے تھے۔ ہوا کے لمس سے پانی کی سطح پر اٹھتی ہوئی لہریں دھوپ کی روشنی میں چاندی کے تار کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر چمکتی ہوئی لہروں کو تکتی رہی۔ پھر پلنگ پر آکر لیٹ گئی... اور دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ وہ اداس اور تھکی ہوئی ہے۔ اس کو لگا اُس کے اندر ایک نامعلوم سی اُداسی رچی ہوئی ہے جو ایک ذرا لمس سے دھند کی طرح پھیلنے لگتی ہے۔ تب ہی اس کو یاد آیا کہ کس طرح اُس نے بُک اسٹال کی طرف اشارہ کیا تھا.... اور یہ کہ ریستوراں آگے اُس موڑ پر ہے.... اِس سے پہلے کہ وہ دُھند کی دبیز تہوں میں ڈوب جاتی اُس نے اپنی اس کیفیت پر قابو پانا چاہا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایک بار اُس نے اُداسی سے چاروں طرف کمرے میں نظریں دوڑائیں۔ میز پر ہرمن ہیس کا ایک ناول پڑا ہوا تھا جو اُس نے ادھورا پڑھا تھا۔ اُس نے ناول ہاتھ میں لے لیا اور اس حصّے کو پلٹا جہاں تک وہ پڑھ چکی تھی۔ لیکن اس کا دل نہیں لگا۔ اس کی نگاہیں کھڑکی کی طرف اُٹھ گئیں جہاں بوگن ولا کی ایک شاخ نیچے سے چلی آئی تھی۔ اُس نے کھڑکی سے جھانک کر لان کی طرف دیکھا۔ پاپا گُل داؤدی کے نئے پودے لگا رہے تھے۔ اُس نے

فوراً کتاب میز پر رکھ دی اور نیچے اُتر آئی۔
مخملی لان کے کنارے کنارے اسنوبال کی سفید قطار سے گذرتی ہوئی وہ اُن کے قریب پہنچی۔ ایک گملے میں گل داودی کی بہت ساری کلیاں پھوٹی ہوئی تھیں۔ وہ انہیں چُھنے لگی۔ پاس ہی بانس کی کچھ کرچیاں پڑی ہوئی تھیں۔ پاپا نے اشارہ کیا کہ وہ نئے پودوں کو کرچیوں کے سہارے باندھ دے۔ وہ قریب بیٹھ کر ان کا ہاتھ بٹانے لگی۔ کرچیاں لگانے کے بعد وہ پودوں کو پولیتھین سے ڈھکنے لگی۔ اس دوران کب شام ہوگئی اس کو پتہ نہیں چلا۔ لان میں کرسیاں بچھ گئیں تو اس نے کنارے لگے ہوئے ٹیپ سے ہاتھ دھوئے اور منھ پر پانی کے دو چار چھینٹے مارنے کے بعد پاپا کے قریب بیٹھ گئی۔ شام کو مخملی گھاس پر پاپا کے قریب بیٹھنا اس کو ہمیشہ خوش گوار لگتا تھا۔ یہی وہ موقع ہوتا تھا جب ان سے بہت ساری باتیں ہوتی تھیں۔ خصوصاً ادب اور مصوّری پر وہ ان سے ڈھیر ساری باتیں کرتی تھی۔ اِس وقت وہ ان سے جے کرشنا مورتی پر گفتگو کرنا چاہ رہی تھی کرشنا مورتی اس کو حد درجہ کنفیوژ لگتا تھا۔ اِس سلسلے میں وہ کچھ پوچھنا ہی چاہ رہی تھی کہ ایک کار سامنے گیٹ کے قریب رُکی۔ اس کو اچانک کار سے اُترتے ہوئے دیکھ کر وہ حیرت میں پڑ گئی۔ کار سے اُتر کر اس نے دروازہ آہستہ سے بند کیا اور پاپا کو سر کے اشارے سے سلام کیا۔ تو وہ آہستہ سے مُسکرائے۔

سُرخ رنگ کی شرٹ اور سیاہ پتلون میں وہ جچ رہا تھا۔ اس کے جوتے کا رنگ بھی لباس سے میچ کرتا ہوا تھا۔ وہ یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکی کہ یہ شخص واقعی خوب رو اور خوش لباس ہے۔ اس کو یاد آگیا کہ فریزر روڈ پر اُس دن سفید رنگ کی سفاری کے ساتھ اس نے سیاہ رنگ کے جوتے پہن رکھے تھے۔

وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اُس کو لگا وہ اس کو مخاطب کرنا چاہتا ہے۔ تب چپّل سے پاؤں نکال کر اس نے ایک بار بے حد

آہستہ سے گھاس کے مخملی لمس کو تلوے پر محسوس کیا اور پھر سامنے یوکلپٹس کے اس پیڑ کی طرف دیکھنے لگی جس پر منی پلانٹ کی بیل چڑھادی گئی تھی۔

"سب خیریت تو ہے ....؟" پاپا نے پوچھا۔

"دعا ہے ...."

"آپ کافی لیں گے ....؟"

"میں کافی نہیں پیتا..."

"چائے —؟"

"جی نہیں، شکریہ —"

"ٹھنڈا لیجئے۔"

"تکلّف کی ....."

"اِس میں تکلّف کی کیا بات ہے۔؟ کیا آپ چائے بالکل نہیں پیتے۔؟"

"پیتا ہوں —"

"کس وقت۔؟"

"بس شام کو دفتر سے آنے کے بعد —"

اس کے جی میں آیا پوچھے

"صبح کو دودھ پیتے ہیں....؟؟" لیکن وہ زیر لب مسکرا کر رہ گئی۔

"شام کو آپ کچھ تو لیتے ہی ہوں گے .... مثلاً چائے .... ناشتہ ... کافی ... ڈرنک۔"

"میں چائے صرف ایک وقت ہی پیتا ہوں ... وہ بھی دفتر سے آنے کے بعد ....

اِس وقت چائے پی کر ہی چلا تھا۔

"پھر پیجئے ...." پاپا مسکرائے۔

"عادت نہیں ہے —"

کچھ دیر خاموشی رہی ..... وہ زور زور سے ایک پاؤں کو جنبش دے رہا تھا۔
اور وہ آہستہ آہستہ مخملی گھاس کو تلوے سے چھو رہی تھی۔ سامنے اشوک کے پیڑ پر ایک
گلہری سر سے چڑھ گئی۔

"آپ کا گارڈن بہت خوب صورت ہے ..." اُس نے چاروں طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔

"پاپا خود محنت کرتے ہیں ۔" اِس بار وہ بولے بغیر نہیں رہ سکی۔

"گل داودی کے بہت بڑے بڑے پھول ہیں ۔"

"لیکن ایک کمی ہے ۔"

"کیا ۔ ؟

"نیلے رنگ کے پھول نہیں ہیں ۔"

وہ خاموش رہا۔

"جانتے ہیں کیوں ۔ ؟"

"بتائیے ...."

"اِس لئے کہ نیلے رنگ کا گُل داودی کہیں پایا نہیں جاتا ..." وہ مسکرائی۔
پاپا ہنسنے لگے۔

"لیکن نیلے رنگ کا گُل داودی بھی آپ کو ملے گا۔ ؟" وہ پھر مسکرائی۔ اس کو
محسوس ہوا وہ اُس سے کھلتی جا رہی تھی۔

"کہاں ۔ ؟" اس بار وہ بھی مسکرایا۔

"جاپانی کراکری میں ۔"

"یعنی ۔ ؟"

"جاپانی پلیٹوں میں اکثر نیلے رنگ کے گل داودی کے نقش و نگار ملتے ہیں۔ بہت

ممکن ہے کبھی کسی زمانے میں اِس رنگ کا پھول پایا جاتا ہو....." پاپا نے وضاحت کی۔
کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔
"اب چلوں گا۔" یکایک اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔
اِس شخص کے پاس بات کرنے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہے..... اُس نے حقارت سے سوچا اور پاپا سے مخاطب ہوئی۔
"پاپا وہ کتاب ملی ۔۔؟"
"کون سی ۔۔؟"
"کرشنا مورتی کی ۔۔"
پاپا نے نفی میں گردن ہلائی۔
"مجھے اجازت ہے ۔۔" وہ کرسی سے اُٹھ گیا۔
"کچھ دیر بیٹھئے....." پاپا بولے۔
"ایک صاحب کو وقت دیا تھا ۔۔"
"آپ وقت کے بڑے پابند ہیں ۔۔" وہ مسکرائی۔
"آپ نہیں ہیں ۔۔؟"
"میں نہیں ہوں.... پابندی حس کو ختم کردیتی ہے۔ آدمی آہستہ آہستہ کنڈیشنڈ ہونے لگتا ہے۔"
"اب چلوں گا۔" اُس نے پاپا سے مصافحہ کیا۔
"بہت خوشی ہوئی.... پھر آئیے گا۔"
تیز تیز قدموں سے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کو لگا ایک بار وہ مڑ کر اسکی طرف دیکھے گا اور اس نے دیکھا تھا اور وہ زیرِ لب مسکرائی تھی۔
"اِن کے بارے میں کیا ریڈنگ ہے..." اس نے پاپا کو مخاطب کیا۔

"نیک اور سادہ لوح انسان ہے...."

"مجھے یہ بہت کنڈیشنڈ لگتے ہیں...."

"آدمی اپنی داخلیت میں آزاد نہیں ہے.... کہیں نہ کہیں وہ بندھے گا ہی...."

اس نے بے کیف نگاہوں سے گیٹ کی طرف دیکھا جہاں پائے سے لپٹی بوگن ولا کی ایک شاخ ہوا میں آہستہ آہستہ کانپ رہی تھی اور دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ وہ رفتہ رفتہ اسی نامعلوم اُداسی سے بھرنے لگی ہے۔ کرسی کی پُشت سے اُس نے سر ٹیک دیئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے درمیان وہ شام کے دھیرے دھیرے گہراتے ہوئے اندھیرے کو صاف محسوس کر رہی تھی۔ پتوں میں ہواؤں کی سرسراہٹ اس کو ایک دم بے کیف لگی۔ اس کو لگا جیسے ہوائیں سیاہ پتھروں سے ٹکراتی ہوئی گذر رہی ہیں اور خود وہ کسی پتھر کی گنبد میں بیٹھی ہے۔ جہاں اس کو کسی کا انتظار نہیں ہے.... اور گنبد سے باہر بارش بھی نہیں ہے.... دھوپ بھی نہیں ہے۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور بے حد اُداسی سے شام کے بڑھتے ہوئے اندھیرے کی طرف دیکھا اور کرسی سے اُٹھ گئی۔

پھر وہ بہت دنوں تک نظر نہیں آیا تھا۔ ایک بار فریزر روڈ سے گذرتے ہوئے اس نے ایک اُچٹتی سی نگاہ اپارٹمنٹ پر ڈالی تھی۔ تب اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ لاشعوری طور پر اس کی منتظر رہتی ہے خصوصاً لان میں جب وہ تنہا ہوتی ہے تو اُس نے اس کو ضرور یاد کیا ہے.... ایسے میں اس کو لگتا کہ اگر وہ کہیں سے آدھمکے تو شاید وہ اس سے کُھل کر باتیں کرنا چاہے گی....

ایک دن وہ تنہا ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ پاپا نہیں تھے اور وہ اُسی گہرے پھیکے پن کے احساس سے دوچار تھی۔ اس دن کچھ پڑھنے میں اس کا جی نہیں لگ رہا تھا۔ لادتسے پر ایک نئی کتاب اس کو ہاتھ لگی تھی۔ لیکن اس نے دو چار ورق ہی اُلٹ کر چھوڑ

دیئے تھے۔ اُس کا جی چاہ رہا تھا کہ چہل قدمی کرتی ہوئی گھاٹ کے کنارے چلی جائے اور گھنٹوں ندی کے کنارے بیٹھی رہے۔ لیکن علاقہ مخدوش تھا اور وہ تنہا وہاں جا نہیں سکتی تھی۔

پھر کار کا ہارن سنائی دیا تھا تو اُس نے جھانک کر پورٹیکو کی طرف دیکھا تھا' اور حیران رہ گئی تھی۔ وہ گاڑی سے اتر رہا تھا۔ اس وقت اُس کی آمد ایک دم غیر متوقع تھی۔ وہ باہر نکلی تو اس کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ وہ بھی جواباً سر کی خفیف جنبش کے ساتھ مسکرائی تھی۔

"پاپا نہیں ہیں.... ؟؟" اس نے پوچھا تھا۔

"نہیں —"

اس کو لگا شاید اب پوچھے گا کہ پاپا کہاں گئے اور کس وقت آئیں گے۔

لیکن وہ خاموش رہا۔

وہ لان میں آئے تو ایک پل کے لئے اس کو لگا شاید وہ اس کے بارے میں کچھ سوچ رہا ہے.... جس طرح خود وہ اس سے متعلق اس وقت سوچ رہی تھی.... لیکن کیا سوچ رہا ہوگا وہ.... اب تک تو وہ اس سے واقف نہیں ہوسکی تھی کہ کس ذہن اور کس مزاج کا آدمی ہے.... شاید اس کو کتابوں سے دلچسپی کم تھی اور یہ بات بھی ظاہر تھی کہ وہ ایک بااصول آدمی تھا اور وقت کی پابندی کا خیال رکھتا تھا کیوں کہ جانے سے پہلے وہ ایک بار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف ضرور دیکھ لیتا تھا۔

وہ ایک گملے میں لگے ہوئے ربر پلانٹ کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔ اُس نے سوچا وہ اپنی طرف سے خاموشی نہیں توڑے گی..... اُس نے اگر پوچھا تو مختصر سا جواب دے گی۔ لیکن جب چائے آئی تو وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"آپ تو چائے نہیں پئیں گے... ؟"

"جی نہیں — اِس وقت نہیں...."

"پھر ــ"

"سنیکس لے لوں گا۔"

"آخر اس وقت آپ چائے کیوں نہیں پیتے....."

"بس عادت نہیں ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں اس طرح کی پابندی آدمی کو کھُل کر جینے نہیں دیتی...."

"کیوں ــ ؟"

"اب دیکھئے نہ.... اِس وقت موسم کتنا دلفریب ہے... ہواؤں میں ہلکی ہلکی خنکی ... گھنے بادل.... پتوں کی سرسراہٹ.... اور یہ سبز لان جہاں ہم بیٹھے گفتگو کر رہے ہیں.... ایسے میں اگر چائے مل جاتی ہے تو لُطف دوبالا ہو جاتا ہے۔"

وہ مسکرایا۔

"لہٰذا آپ میرے یہاں اِس وقت آئیں تو چائے ضرور پیجئے۔"

"اچھی بات ہے.... پھر کسی اور وقت چائے نہیں پیوں گا۔"

"کیوں ــ ؟"

"بس.... دن بھر صرف ایک پیالی چائے پینے کی عادت ہے...."

"میں اس طرح کی پابندی کی قائل نہیں۔"

"آپ باتیں خوب کرتی ہیں۔"

"میں باتونی تو ہوں لیکن ہر بات ہر جگہ نہیں ہو سکتی۔ مثلاً شام کے وقت کمرے میں بند ہو کر گپ لڑانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اِس وقت سبز لان مناسب ہے۔ بند کمرے میں آدھی رات کو گپ لڑانے کا لطف ہے۔"

"آدھی رات کے بعد بھلا کون گپ لڑائے گا ؟"

"کسی اجنبی شہر میں یکایک کوئی آپ کا نام لے کر پکارے.... یا برسوں کا بچھڑا ہوا

کوئی پیارا دوست آپ کو اچانک مل جائے تو کیسا تھرل محسوس ہوگا.... ایسے میں یہی جی چاہے گا کہ گھر پہنچ کر کمرے میں بند ہو جائیں.... چائے کا دور چلے اور ڈھیر ساری باتیں ہوں...."

وہ ہنسنے لگا۔

"آپ کو کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا ــ؟"

"نہیں ــ"

"آپ کی اور کیا کیا مصروفیات ہیں....؟"

"صبح میں جوگنگ کے لئے نکلتا ہوں ۔ پھر ناشتہ اور لنچ بھی خود ہی بنانا پڑتا ہے ۔"

"خانساماں نہیں ہے ۔؟"

"ایک ملازم ہے جو جھاڑو برتن کر دیتا ہے ۔"

"آپ کیا کیا بنانا جانتے ہیں ــ؟"

"روٹی.... چاول.... بریانی.... چکن...."

"اتنا جوکھم اٹھانے سے تو اچھا ہے کہ آپ شادی کر لیں ۔"

"اب کرلوں گا...." اس کو بغور دیکھتے ہوئے وہ مسکرایا تو وہ جھینپ گئی ۔

"آپ پاپا کے ساتھ تنہا رہتی ہیں ــ؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا ۔

"اور فیملی ممبرز....؟"

"میں اکیلی ہوں ۔ ممی بچپن میں گذر گئیں ۔ پاپا نے دوسری شادی نہیں کی ۔"

وہ چپ رہا ۔

"پاپا اچھے دوست بھی ہیں.... اُن کے ساتھ وقت کس طرح گذر جاتا ہے پتہ نہیں

چلتا۔ بہت پڑھا ہے انہوں نے ..... ڈھیر ساری باتیں ہوتی ہیں .... ادب .... آرٹ .... موسیقی .... تاریخ .... فلسفہ ....."

"اب چلوں گا ـ" اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھیے نہ .... پاپا اب آتے ہی ہوں گے۔"

"کہاں گئے ہیں ـ؟"

"گڈ بکس میں کچھ نئی کتابیں دیکھنے گئے ہیں ...."

اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔

"آپ کا گارڈن بہت خوب صورت ہے ...."

"آئیے .... آپ کو دکھاؤں ...."

لان مخملی ڈھلان لئے دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کنارے کنارے لگے ہوئے نئے اور پُرانے درختوں کو کاٹ چھانٹ کر خوب صورت شکل دے دی گئی تھی۔ کہیں کہیں اِن کے تنے اور شاخوں پر منی پلانٹ کی بیلیں چڑھا دی گئی تھیں اور کہیں کہیں پھولوں والی لتاؤں کی۔

اسنو بال کی سفید قطار سے گذرتی ہوئی وہ وشیڈ والے اسٹینڈرڈ گلاب کی قطار کے قریب رک گئی۔ پھر اُس نے مسکرا کر ایک ٹہنی پر ایک پھول والے گلاب کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھیے ..... ہائی برِیڈ ٹی ... اور وہ رہا گچھوں والے پھولوں کا گلاب ... فلوری بنڈا"

وہ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ ایک طرف قوس قزح کے رنگ سمیٹے ڈالیا کی قطار ایک دائرے میں لگی ہوئی تھی اور اس سے کچھ دور ہٹ کر اتنے ہی بڑے دائرے میں گل داؤدی کی قطار تھی۔ ایک طرف گملوں میں لال گلابی پیلے سفید اور کیسری رنگ کے پھولوں کی قطار تھی۔

"آپ کو تو فلاور شو میں حصّہ لینا چاہیے ...."

"یکسوئی سے بچنے کے لئے ہر سال اور ہر موسم میں پھولوں کی قطاروں اور رنگوں کی آمیزش میں الگ الگ ڈھنگ سے ڈیزائن کرتی ہوں تاکہ باغ کی تازگی اور نیا پن برقرار رہے۔"

پھر وہ گلاب کے پھولوں پر تقریر کرنے لگی.... وہ یہ کہ اسے کھلی دھوپ چاہئے.... طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کی دھوپ.... اور اس لئے کیاریاں لگاتے وقت سورج کی کرنوں کا دھیان ضروری ہے.... گملے میں دن کی دھوپ اور رات کی شبنم دونوں ضروری ہیں۔"

"یہ سب کہاں سے سیکھا آپ نے —؟" اُس نے درمیان میں ٹوکا۔

"پاپا سے.... باغبانی ان کا محبوب شغل ہے —"

پھر چہکتی ہوئی بولی۔

"گلاب کی قسمیں تو آپ نے دیکھی ہی نہیں.... یہ دیکھئے کرسچین ڈائر.... ورگو ہیں فرسٹ پرائز.... پیراڈائز.... لفل ٹاور.... سینچوری ٹو.... لیڈی ایکس.... ڈبل ڈی لائٹ.... یہ رہا مسٹر لنکن...."

"بھئی کمال ہے —"

ہوا میں یکایک خنکی بڑھ گئی۔ اُس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ مغربی کناروں پر بادل گھنے ہو گئے تھے.... پھر دیکھتے دیکھتے ہلکی پھواریں پڑنے لگیں۔

"واہ! کیا موسم ہے —؟" اس کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔

"میں اب چلوں گا —"

"کیوں —؟"

"بارش کے آثار ہیں —" وہ بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"بارش میں بھیگنے کا بھی لطف ہے...."

یکایک پھواریں بارش کی موٹی موٹی بوندوں میں بدل گئیں۔ وہ بھاگ کر پورٹیکو

میں آگیا ۔ وہ بھی ہنستی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی ۔

"آپ بارش سے بہت ڈرتے ہیں ۔"

"ٹھنڈ لگ سکتی ہے ۔"

"اتنا سنبھل سنبھل کر جینے سے تو زندگی دوبھر ہو جائے گی ۔"

وہ چُپ رہا ۔

"میں بارش میں اکثر اس پیڑ کے نیچے کھڑی رہتی ہوں ۔" اس نے ہنستے ہوئے کونے میں چہار دیواری کے قریب گُل مہر کے ایک پیڑ کی طرف اشارہ کیا ۔ اسکی پیشانی اور رخسار پر پانی کی ایک دو بوندیں جمع ہو گئی تھیں اور لباس گردن اور بازوؤں کے قریب بھیگ گیا تھا ۔

بارش موسلا دھار ہونے لگی ۔ بارش کا بے ہنگم شور ہواؤں کی سائیں سائیں کے ساتھ بڑھ گیا ۔ گُل مہر کا پیڑ ہوا میں زور زور سے جھومنے لگا ۔

اس نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا ۔ وہ رُومال سے چہرہ صاف کر رہا تھا ۔

وہ پورٹیکو سے ڈرائنگ روم میں آئے ۔

"کافی بنواؤں ۔۔۔؟" اس نے پوچھا ۔

"جی نہیں شکریہ ۔"

"آپ ساتھ دیں تو میں بھی پی لوں ۔" وہ مسکرائی ۔

"آپ پی سکتی ہیں ۔"

"اب وہ کچھ نہیں پوچھے گی ․․․․" اُس نے بے حد غصہ سے سوچا اور ایک ٹک کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی ۔

اس شخص میں موسم سے لُطف اندوز ہونے کی بھی صلاحیت نہیں ہے ․․․ اس نے حقارت سے سوچا ۔ دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ اس شخص کی موجودگی اس کے اردگرد ایک

آہنی حصار سا کھینچ رہی ہے جس میں اس کی آزادی آہستہ آہستہ سلب ہو رہی ہے اور وہ جیسے سلاخوں کے پیچھے سے بارش کا منظر دیکھنے پر مجبور ہے

کچھ دیر بعد بارش تھمی تو وہ کرسی سے اُٹھ گیا۔

"اب چلوں گا۔"

"جائیے۔" اس کے منھ سے جھلاہٹ میں نکلا۔

اس کے لہجہ کی جھلاہٹ پر اس نے کچھ حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کہتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ وہ آہستہ آہستہ غصہ سے بھرنے لگی ہے۔ عجیب گاودی شخص ہے.... بار بار گھڑی ہی دیکھتا رہتا ہے.... آنے سے قبل وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ کتنی دیر بیٹھے گا.... بات کرنے کا اس کے پاس کوئی موضوع نہیں ہوتا.... موسم کا بھی لطف اُٹھانے سے قاصر ہے.... اس کو یکایک اپنے آپ پر غصہ آ گیا.... آخر وہ اس کو اتنی اہمیت کیوں دے رہی ہے....؟ آخر کیوں....؟ کیا ایک مرد کی دوستی کی وہ ضرورت محسوس کرنے لگی ہے....؟ کیا اِس شخص کی قربت چاہئے....؟ اس شخص کی جس کا وجود آہنی حصار کھینچتا ہے.... جس کو کتابوں سے دلچسپی نہیں ہے.... جس کو بارش سے دلچسپی نہیں ہے....؟

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھی اور اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گئی۔ کچھ دیر وہ چھت کو گھورتی رہی.... پھر چہرہ بازووں میں چھپا لیا.... دفعتاً اس کو محسوس ہوا جیسے وہ بہت دور سے چل کر آئی ہے.... اور جیسے بے حد تھکی ہوئی ہے.... بے حد اداس.. جیسے ایک مدت سے وہ کسی سنسان رہ گذر پر مسلسل چل رہی ہے.... دور تک کوئی موڑ نہیں ہے.... کوئی کنارہ نہیں ہے....!

اس کا بدن آہستہ آہستہ کانپنے لگا.... اور تب ہی یکایک اس کو اپنے سر پر

کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا تھا تو اُس نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں۔

پاپا تھے۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اُداس ہو.....؟" پاپا نے پوچھا تھا اور اس کو اپنی آنکھیں یکایک نمناک لگی تھیں۔ اُس نے انگلیوں سے آنکھوں کی نمی کو آہستہ سے اس طرح پونچھا کہ پاپا کچھ بھانپ نہیں سکیں.....

بارش پھر شروع ہو گئی تھی۔ پاپا قریب ہی بیٹھ گئے اور موسم پر تبادلہ خیال کرنے لگے۔ پھر موسم پر مزید باتیں کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ نظام شمسی میں ہلکی سی تبدیلی واقع ہوئی ہے وہ یہ کہ زمین کی رفتار میں ایک سکنڈ کا فرق آ گیا ہے۔ جس سے موسم میں ہلکی تبدیلی رونما ہونے کا اندیشہ ہے.....

اِس دوران وہ نیچے گئی تھی اور پاپا کے لئے فریج سے کچھ پھل نکال کر لائی تھی۔ سنترے کی قاش کو منھ میں رکھتے ہوئے انہوں نے گرزلیف سے متعلق بھی اظہار خیال کیا تھا اور پھر اس کی زلفوں کی لٹ کو آہستہ سے پیچھے کرتے ہوئے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے بولے تھے۔

"کتابیں پڑھو..... کتابیں زندگی کی بہترین دوست ہیں۔"

پاپا کے جانے کے بعد وہ بالکنی میں آ کر بیٹھ گئی۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ چھجّے سے گرتا ہوا پانی ریلنگ سے ٹکرا رہا تھا اور چھینٹے اندر تک آ رہے تھے۔ اس کا آنچل پانی کے چھینٹوں سے بھیگنے لگا۔ اُس نے ریلنگ کا پانی ہتھیلی سے پونچھا اور اپنے رخسار ٹیک دیئے۔ گیلی ریلنگ کے لمس سے اس کو گالوں میں ہلکی سی چپچپاہٹ کا احساس ہوا۔ ایک ٹک وہ بجلی کے تاروں پر بارش کے بھاگتے ہوئے قطروں کو دیکھنے لگی۔ ایک قطرہ جب دوسرے کو چھو لیتا تھا تو بڑا سا قطرہ بن کر نیچے گر پڑتا تھا۔ اس کو یاد آ گیا کہ

اسکول میں وہ اسی طرح اپنی ایک سہیلی کے پیچھے دوڑتی تھی اور جب اس کو چھو لیتی تھی تو دونوں ساتھ ساتھ گر پڑتی تھیں۔

آہستہ آہستہ ہوا میں تیزی آنے لگی۔ بارش کے چھینٹے ایک دم اندر تک آنے لگے وہ پوری طرح بھیگنے لگی۔ لیکن بارش سے خود کو بچانے کی ہر کوشش سے پرے وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بارش کے شور کو جیسے سننے کی کوشش کرنے لگی۔ درختوں پر پانی کی ٹپ ٹپ کے ساتھ تیز ہواؤں کی سائیں سائیں کا شور بھی شامل ہو گیا تھا۔ دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ آس پاس درخت نہ ہوں تو بارش کا شور کتنا بے ہنگم ہو گا۔ اس کو لگا کنکریٹ کی چھتوں پر گرتا ہوا پانی اس نغمگی کو جنم نہیں دے سکتا جو پیڑ کے پتوں پر بارش کی بوندوں سے پیدا ہوتی ہے۔ کچھ دیر وہ اسی طرح شور کو سنتی رہی۔ آہستہ آہستہ شور بڑھنے لگا.... ہوا کی سائیں سائیں پر اسرار ہونے لگی۔ تب اس کو لگا وہ کسی تنگ سرنگ کے دہانے پر کھڑی ہے اور پرندے نکل نکل کر اس کے ارد گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔ ...اور کوئی دور کھڑا قریب آنے کا اشارہ کر رہا ہے....

اس نے آنکھیں کھولیں اور گھوم کر اداسی سے گل مہر کے پیڑ کی طرف دیکھا۔ اوپری شاخ پر ایک سارس چونچ کو پروں میں سکوڑے بیٹھا تھا اور یوکلپٹس کے تنے سے لپٹی ہوئی منی پلانٹ ہوا میں زور زور سے ہل رہی تھی.....

ایک دن وہ لائبریری سے لوٹ رہی تھی کہ وہ چوک کے قریب مل گیا۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر وِش کیا تو وہ جواباً مسکرائی۔ اِس طرح اس کا وِش کرنا اس کو اچھا لگا۔ وہ سڑک کی دوسری طرف تھا اور اس کو متجسس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس کو لگا وہ اِس دوران یقیناً اس سے ملنے کا متمنّی رہا ہے.... شاید اسی طرح جس طرح خود وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی ہے.... اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ سفید رنگ کے لباس میں تھا۔ پاؤں میں سیاہ چپّل تھی جو لباس سے میچ کرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

وہ سڑک پار کرنے کے لئے آگے بڑھی لیکن اچانک ایک تیز رفتار موٹر کا ہارن سنائی دیا۔ وہ ٹھٹھک گئی اور قریب تھی کہ موٹر سے کچل جاتی سڑک کی دوسری طرف سے اُس نے کمال سرعت سے جست لگائی اور اس کو بازوؤں سے پکڑ کر اپنی طرف پوری قوت سے کھینچ لیا۔ اس کے لب و رخسار اس کے سینے سے ٹکرائے۔ موٹر زناٹے کے ساتھ بغل سے نکل گئی۔ سب کچھ اتنا اچانک اتنا غیر متوقع تھا کہ لمحہ بعد اس کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اس کے بازوؤں میں جکڑی ہوئی تھی۔ تب اپنے لب و رخسار پر اس نے اس کے وسیع سینے کا لمس محسوس کیا۔ پسینے کا نمکین ذائقہ اس کے ہونٹوں پر ناچ گیا اور نتھنوں میں ایک پُر اسرار سی بُو رینگ گئی.... جلتے الاؤ کی مہک کی طرح گرم اور پُر اسرار......

اُس نے صاف محسوس کیا کہ اِس پُر اسرار سی مہک میں پسینے کی بو بھی شامل تھی۔

راہ گیر رک کر دیکھنے لگے۔

"اس طرح کوئی گاڑی چلاتا ہے...."

"ویری ریِش...."

"آپ بچ گئیں...."

اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اس سے الگ ہوئی اور چہرے پر بکھری ہوئی لٹ کو

پیچھے ہٹایا اور آہستہ سے مسکرائی۔

وہ سڑک کی دوسری طرف آئے۔

"روڈ کراس کرتے وقت دائیں بائیں دیکھ لینا چاہیے..."

وہ خاموش رہی۔

"میری نظر اس وقت موٹر پر تھی۔"

وہ اب بھی خاموش رہی۔

دراصل اُن لمحوں کے طلسم سے وہ ابھی تک آزاد نہیں ہوئی تھی۔ بار بار وہ منظر اس کی نگاہوں میں گھوم رہا تھا.... کس طرح اُس نے اچانک جست لگائی تھی اور اس کو بازوؤں میں جکڑ لیا تھا.... اس کو ایک سہرن سی ہوئی.... وہ اس کا وسیع سینہ.... پسینے سے گیلی قمیض۔

اس کو بازوؤں پر وہاں ہلکا سا درد محسوس ہوا جہاں گرفت میں لے کر اس نے اپنی طرف کھینچا تھا.... اِس درد میں اس کو بے پناہ لذّت کا احساس ہوا۔ وہ زیرِ لب مسکرائی اور بازو کے اس حصہ کو آہستہ سے سہلایا اور ایک بار بھرپور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ تب وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکی کہ جس طرح اُس نے اس کی طرف دیکھا تھا تو یہ نظر ایک عام سی نظر نہیں تھی.... یہ یقیناً وہ نظر تھی جو رُوح کی ان گہرائیوں میں پنہاں رہتی ہے جہاں اگر ایک مرد کی رسائی ہو جائے تو اس پر ہمیشہ کے لئے نچھاور ہو جاتی ہے.... اور اسکو لگا کہ اُس "ایک لمحے" میں وہ اس کی روح کی گہرائیوں میں اُتر چکا تھا اور وہ اس کے ساتھ ایک غیر مرئی بندھن میں بندھ چکی تھی.... تب اس کے ساتھ اِس وقت سڑک پر اِس طرح بے مقصد چلنا اس کو خوشگوار معلوم ہوا۔ اس کو ایک مکمّل آزادی کا احساس ہوا۔ اس کو لگا وہ اس طرح صدیوں اس کے ساتھ ساتھ چل سکتی ہے.... بے خوف.... بے خطر.... بے مقصد....

"اِدھر کیسے آنا ہوا — ؟" اس نے پھر پوچھا۔

"لائبریری آئی تھی۔"

"آپ کی جان بچ گئی۔"

"یہ انسٹنکٹ (Instinct) ہوتی ہے...."

"کیا۔؟"

"آپ نے جس طرح جست لگائی...."

وہ چُپ رہا۔

"یہ پریکٹس کی چیز نہیں ہے.... یہ پیدا نہیں کی جاسکتی...."

"میں نے محسوس کیا تھا کہ آپ کی جان خطرے میں ہے...."

"شکریہ۔"

"فی الحال کیا پروگرام ہے۔"

"اب گھر جاؤں گی۔"

"کبھی اپارٹمنٹ بھی آئیے...."

"پاپا کے ساتھ آؤں گی۔"

"ضرور۔"

"اچھا شکریہ۔"

"بائی۔"

"بائی۔"

وہ گھر پہنچی تو پاپا نہیں تھے۔ اپنے کمرے میں آکر وہ بستر پر لیٹ گئی۔ وہ منظر اب بھی اس کی نگاہوں میں گھوم رہا تھا.... اُس نے آنکھیں بند کرلیں.... اس کو لگا وہ ایک لمحہ اس کی روح میں الاؤ کی طرح روشن ہے جس کی حرارت ہر پل اس کے وجود میں جذب ہو رہی ہے۔ کچھ دیر وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹی رہی.... پھر ایک مخمور سی انگڑائی

لیٹی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی ..... ایک نظر اس نے کھڑکی سے باہر ندی کی طرف دیکھا ..... ندی جیسے موج میں تھی ..... اِل۔ٹی۔سی۔ گھاٹ کے اُس کنارے پر شور بہت تھا۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ کھجور کی ڈالیاں ہوا میں زور زور سے جھوم رہی تھیں اور ڈھلتی شام کے ملگجی اندھیرے میں ندی کا پانی آہستہ آہستہ سرمئی ہو رہا تھا۔

اس نے کھڑکی کی سلاخوں کو ایک بار آہستہ سے چھوا اور آنکھیں بند کر لیں ...

کس قدر مین لی ہے وہ ..... کس قدر مین لی ....

پھر وہ کچھ دنوں تک نئی کتابوں میں کھوئی رہی تھی۔ ایک دن پاپا نے بتایا کہ وہ اسکے اپارٹمنٹ گئے تھے تو اس کو حیرت ہوئی۔ پھر انہوں نے اس کے بارے میں تفصیل سے باتیں کی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا شمار کمپنی کے قابل انجینیروں میں ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر اس کو کچھ عجیب ضرور لگا کہ پاپا اس کے بارے میں اتنی تفصیل سے کیوں بتا رہے تھے۔ تب اس نے ان کے چہرے کو ایک بار غور سے دیکھا تھا اور یہ محسوس کر کے اداس ہو گئی تھی کہ اِس وقت پاپا کا اس سے وہی رشتہ تھا۔ جو ایک مانجھی کا اپنی ناؤ پر بیٹھے ہوئے مسافروں سے ہوتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کا اضطراب بہت نمایاں تھا۔

پاپا نے یہ بھی بتایا کہ اس نے اگلے اتوار کو لنچ پر بلایا ہے اور کھانا وہ خود تیار کرے گا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی ..... ؟"

وہ خواہش مند ہے کہ ہم وہاں جائیں۔"

"لیکن آپ نے پہل کیوں کی ۔ ؟"

"اتفاق سے وہ مجھے وہاں چوک پر مل گیا ..... مجھے اس کے ساتھ جانا ہی پڑا ....."

پاپا مسکرائے۔

وہ چُپ ہوگئی۔ ایک نظر اس نے ندی کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی ہلچل نہیں تھی۔ ہوائیں ساکت تھیں۔ ٹیلی فون کے کھمبے پر بیٹھا ہوا کوّا ایک بار اُڑ کر پھر وہیں بیٹھ گیا۔ برگد کی اوپر والی شاخ کی ٹہنی ہوا میں آہستہ آہستہ ہلنے لگی۔

اتوار کو وہ اس کے اپارٹمنٹ پہنچے۔ اس کا فلیٹ تیسری منزل پر تھا۔ حال ہی میں یہاں ڈکیتی ہوگئی تھی جس سے لوگ محتاط رہنے لگے تھے۔ باہر سے آنے والوں کو اپنا نام درج کرانا پڑتا تھا۔ دربان نے ان کے نام بھی رجسٹر میں درج کئے اور ان کو لے کر تیسری منزل پر آیا۔

اس نے مسکرا کر انہیں خوش آمدید کہا۔ فلیٹ سجا سجایا تھا۔ وہ دلچسپی سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کو حیرت ہوئی کہ ایک بیچلر کے فلیٹ میں چیزیں اتنے قرینے سے کیسے رکھی ہوئی تھیں۔ پاپا نے بھی تعریف کی اور کچھ رسمی باتیں پوچھیں مثلاً فلیٹ کتنے میں آیا.... اس کا رقبہ کتنا ہے....؟ اور اس کے رکھ رکھاؤ پر کیا خرچ ہے۔

وہ گھوم گھوم کر فلیٹ دکھانے لگا۔ ڈرائنگ روم اِل کی شکل کا تھا جس کے کنارے کا حصہ ڈائننگ اسپیس کا کام کر رہا تھا۔ دو بیڈ روم ایک راہ داری سے جُڑے تھے۔ بیڈ روم کا دروازہ بالکنی میں بھی کُھلتا تھا۔ بیڈ روم صاف ستھرا تھا۔ پلنگ پر ہلکے آسمانی رنگ کی خوب صورت پرنٹ والی چادر بچھی ہوئی تھی۔

ایک طرف شیلف پر کتابیں سلیقہ سے رکھی ہوئی تھیں۔ نیچے کے خانے میں چار پانچ جوڑے جوتے ترتیب وار رکھے ہوئے تھے جن پر پالش چمک رہی تھی۔ سامنے دیوار پر بروسلی کی ایک بڑی سی تصویر آویزاں تھی۔ بروسلی کی تصویر دیکھ کر وہ یکایک ہنس پڑی۔

"آپ کو مارشل آرٹ سے بھی دلچسپی ہے....؟"

"بروسلی ونڈرفل آدمی تھا۔"

"کیا خوبی تھی اس میں ۔۔؟"

"بیک وقت کئی آدمیوں سے لڑسکتا تھا۔"

"یہ خوبی ہوئی۔۔؟" لڑنا خوبی ہے۔۔۔۔؟" اُس نے شرارت سے پوچھا۔

پاپا ہنسنے لگے پھر بولے۔

"انسانی تہذیب کا المیہ ہے کہ اس نے پھول کم کھلائے ہیں اور ہتھیار زیادہ بنائے ہیں۔۔۔"

شیلف سے ایک کتاب لے کر وہ دیکھنے لگی۔ ہاؤ ٹو ون پیپُل۔۔۔۔ اسکو پھر ہنسی آگئی۔

"کیا کتاب پڑھ کر کوئی آدمی کا دل جیت سکتا ہے۔۔۔۔؟"

"کم سے کم اچھی باتیں تو سیکھ سکتا ہے۔۔۔۔" اس جھینپ مٹاتے ہوئے کہا۔

"لیکن بنیادی طور پر آدمی بُرا ہوتا ہے۔۔۔۔"

"اچھا تو بن سکتا ہے۔۔۔۔"

"میں نہیں مانتی۔۔۔۔ اچھا ہونا اور اچھا بننا دو مختلف باتیں ہیں۔۔۔۔ آدمی اچھا پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔ اچھا بن نہیں سکتا۔۔۔۔ اچھا بننے کی کوشش اس کو ہپوکریٹ بناتی ہے۔۔۔۔"

"آپ باتیں خوب کرتی ہیں۔۔۔۔"

"اگر اخلاقیات کے ڈوز سے آدمی میں اچھائی پیدا ہو سکتی تو آج معاشرہ اتنا بُرا نہیں ہوتا۔۔۔ اتنے دنگے نہیں ہوتے۔۔۔۔" وہ شیلف میں کتاب رکھتی ہوئی بولی۔

"آپ نے ترتیب بگاڑ دی۔۔۔۔ یہ کتاب اس جگہ نہیں تھی۔۔۔۔" اس نے کتاب کو وہاں سے اٹھا کر ایک لال جلد والی کتاب کی بغل میں رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ ترتیب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔۔؟"

"کیوں۔۔؟" آپ نہیں رکھتیں۔۔؟"

"اصول۔۔۔۔ ترتیب۔۔۔۔ عقیدہ۔۔۔۔ یہ سب آدمی کو داخلیت میں باندھتے ہیں۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" وہ ہنسنے لگا۔

پاپا بھی ہنس پڑے۔ وہاں سے وہ بالکنی میں آئے۔ بالکنی کشادہ تھی لیکن تین اطراف

میں پچھجے تک لوہے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔

"بالکنی کا لطف ہی جاتا رہا...." وہ جالیوں سے نیچے کی طرف جھانکتی ہوئی بولی۔

"کیوں ـــ ؟"

"بند بند سا لگتا ہے.... بالکنی کا مزہ تو جب ہے کہ ریلنگ پر کہنیوں کے بل جھک کر آدمی باہر کا نظارہ دیکھے...."

بالکنی سے نکل کر وہ ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھے تو اس نے پوچھا۔

"کافی پیش کروں.... ؟"

"آپ تو پیتے نہیں...."

"مہمانوں کے لئے رکھتا ہوں..."

وہ اُٹھ کر کچن کی طرف جانے لگا تو وہ بولی۔

"میں مدد کروں.... ؟"

"جی نہیں... شکریہ...."

"آپ بہت سیلف ڈیپنڈنٹ (Self dependent) ہیں۔"

"ہونا ہی پڑتا ہے۔"

کچھ دیر میں کافی آگئی۔ پاپا ایک گھونٹ لے کر بولے۔

"لذیذ ہے ـــ"

"شکریہ۔"

"کھانا بھی آپ خود ہی بناتے ہیں ـــ ؟"

"جی ہاں۔"

"کہاں سیکھا آپ نے ـــ ؟"

"عراق میں...."

"عراق میں۔؟" وہ چونک کر بولی۔

"فرم کی جانب سے میں ایک سال کے لئے عراق گیا ہوا تھا۔ میس کا کھانا مجھے پسند نہیں تھا۔ سوچا کیوں نہیں خود سے بناؤں۔ وہاں میرے ایک دوست فیملی کے ساتھ تھے۔ اُن سے ہی میں نے سیکھا۔"

"یہ اچھی عادت ہے۔ اس طرح بچت بھی ہوتی ہے اور کھانا بھی اچھا ملتا ہے۔"

"مجھے اب عادت ہو گئی ہے اور وقت بھی اچھا گذر جاتا ہے۔ ایک ملازم ہے جو جھاڑو برتن کر دیتا ہے۔"

"ہمیں کیا کھلائیے گا....؟" اُس نے شوخی سے پوچھا۔

"چکن بریانی بنائی ہے۔۔"

"واہ! یہ تو ہماری من پسند ڈش ہے۔"

"کھانا تیار ہے.... بس سلاد کاٹ لوں۔"

"میں مدد کردوں۔؟"

"ارے نہیں.... آپ کہاں تکلیف کریں گی۔"

"تکلیف کی کیا بات ہے... ؟" وہ صوفے سے اُٹھتی ہوئی بولی۔

پاپا تپائی پر رکھا ہوا اخبار اُلٹنے لگے۔

کچن بہت آراستہ تھا۔ پلیٹ فارم پر سفید ٹائلیں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف کیبنٹ میں برتن سجے ہوئے تھے۔ نیچے کے خانے میں کنستر اور ڈبے خوب صورتی سے ترتیب میں رکھے گئے تھے۔ گیس سلنڈر کو نیچے کے خانے میں اس خوبی سے چھپایا گیا تھا کہ گیس کی نلکی تک نظر نہیں آتی تھی۔ اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"کسی بھی گھر کا معیار دو باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک کچن اور دوسرا باتھ روم... ڈرائنگ روم تو سبھی سجا کر رکھتے ہیں لیکن باتھ روم ان کی قلعی کھولتا ہے..."

"مثلاً کچھ لوگ سوٹ تو نفیس پہنتے ہیں لیکن بنیائن گندی ہوتی ہے..."

"بالکل یہی بات ہے...."

"یعنی آدمی کی اوقات دیکھنی ہو تو بنیائن دیکھو..."

دونوں ہنسنے لگے۔

پیاز کاٹنے کے لئے اس نے چاقو اٹھایا تو وہ بولا۔

"یہ چاقو پیاز کاٹنے کے لئے نہیں ہے..."

"پھر۔؟"

"آپ یہ چاقو لیں..." آگے جھک کر اُس نے کیبنٹ سے دوسرا چاقو نکالا۔

اِس طرح جھکنے سے اس کا بدن اُس کے کندھے سے چھُو گیا۔

"میں پھل کاٹنے کے لئے چاقو الگ رکھتا ہوں، اِس طرح پیاز کی بُو مکس نہیں ہوتی۔"

"سلیقہ کوئی آپ سے سیکھے..." وہ مسکرائی۔

"شکریہ!"

وہ پیاز کاٹنے لگی۔ دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ وہ اس کے بہت قریب کھڑا ہے۔ اپنی پشت پر اس کی گرم سانسوں کو وہ محسوس کر رہی تھی۔ اِس بار ایک پلیٹ لینے کے لئے وہ پھر جُھکا تو اس کا ہاتھ اس کے کولھے سے مس ہو گیا۔ اس کی انگلیوں کا لمس اُس نے صاف محسوس کیا۔ اس کا چہرہ کانوں تک سُرخ ہو گیا۔ اس کو لگا وہ جان بوجھ کر اس کے قریب جُھکا تھا... گویا اس کو چومنا چاہتا ہو....

وہ اب بھی اُس کے قریب کھڑا تھا۔ وہ اپنی گردن کے قریب اس کی گرم سانسوں کو مسلسل محسوس کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں.... وہ گھبرا گئی۔ اِس سے پہلے کہ وہ پھر کچھ لینے کے لئے آگے جھکتا وہ جلدی سے بولی۔

"نمک کا پیکٹ بڑھائیے گا..."

نمک لینے کے لئے وہ دوسری طرف مڑا تو وہ اپنی جگہ سے تھوڑا ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ پیکٹ اس نے پلیٹ کے قریب رکھ دیا۔

سلاد بنانے کے بعد اس نے بیسن میں ہاتھ دھوئے تولیہ سے خشک کیا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر میں کھانا میز پر چُن دیا گیا۔ اُس نے وہیں سے پکارا۔

"آئیے...."

پاپا اُٹھے تو وہ بھی اُٹھ گئی۔ پاپا نے ایک طائرانہ نظر میز پر ڈالی۔ مینو کافی لمبا تھا۔ چکن بریانی۔۔ قورمہ... شامی کباب.... آلو کے پاپڑ.... رائتہ اور سلاد کے علاوہ پڈنگ بھی تھی۔

"بھئی کمال ہے... آپ نے یہ سب تنہا کیسے کر لیا...؟"

وہ پاپا کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھی تھی۔ وہ عین اس کے مقابل تھا۔

لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے پاپا پھر بولے۔

"کھانا بھی اتنا ہی لذیذ ہے...."

"آپ تو تعریف ہی کرتے جا رہے ہیں۔"

"آپ تعریف کے لائق بھی تو ہیں...."

"آپ سوئٹر بھی بُنتے ہیں....؟" یکایک اُس نے شوخ لہجہ میں پوچھا۔

"نہیں تو...."

پاپا مسکرائے۔

"سوئٹر کا کھانے سے کیا تعلق....؟"

"میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ یہ وہ ہر کام بخوبی انجام دیتے ہیں جو ایک عورت کرتی ہے۔ مثلاً کھانا بنانے کے علاوہ جس خوبی سے انہوں نے فلیٹ سجایا ہے اور جس طرح ہر چیز اپنی جگہ قرینے سے رکھی ہوئی ہے۔"

"میری مجبوری ہے.... مجھے ہوٹل کا کھانا پسند نہیں ہے۔ کسی ڈھنگ کے خانساماں کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اِس کے علاوہ اور چارہ بھی کیا ہے کہ میں خود سے کھانا بناؤں۔"

وہ ہنسنے لگی۔

"آپ سلاد اور لیجئے...." اس نے پاپا کی طرف پلیٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بس.... کافی ہے...." پاپا نے اُس کو ہاتھ کے اشارے سے روکنا چاہا لیکن اُس نے تھوڑی اور سلاد ان کے پلیٹ میں ڈال دی۔

کھانے کی میز پر زیادہ تر رسمی باتیں ہی ہوئیں۔ پاپا نے پوچھا کہ اس کا آبائی وطن کہاں ہے...؟ کتنے بھائی بہن ہیں...؟ وہ اس دوران خاموش رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ بھیکن پور کا رہنے والا ہے۔ بھیکن پور کے نام پر پاپا تھوڑا چونکے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے کسی دوست کا ذکر کیا تھا جنہیں وہ جانتا تھا۔

کھانے کے بعد وہ دیر تک وہاں نہیں بیٹھے۔ وہ انہیں رخصت کرنے نیچے تک آیا۔ کار میں بیٹھتے ہوئے پاپا نے پُرتکلف دعوت کے لئے ایک بار پھر شکریہ ادا کیا۔ گاڑی چلنے لگی تو اس نے ہاتھ ہلا کر الوداع کہا۔ جواب میں سر خم کرتی ہوئی وہ آہستہ سے مسکرائی۔

پاپا مطمئن نظر آرہے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک طرح کا سکون سا تھا۔ دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ وہ ایک گہرے پھیکے پن سے بھرنے لگی ہے۔ اُس نے جیسے تھک کر ایک بار کھڑکی سے باہر بھاگتی ہوئی عمارتوں کو دیکھا اور سیٹ کی پُشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں۔

گھر پہنچ کر بھی وہ خود کو اسی نامعلوم سی اُداسی کی گرفت میں محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے بے دلی سے کپڑے بدلے اور بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ ایک لمحہ کے لئے اسکی آنکھوں میں پاپا کا چہرہ گھوم گیا۔ وہ اُس کو اداس اور نحیف لگے۔ پھر آہستہ آہستہ بند آنکھوں کے درمیان دھند سی چھانے لگی تھی اور سب کچھ جیسے کہاسے کی دبیز تہوں میں ڈوبنے لگا تھا۔

تب اس کو لگا وہ کہر آلود درختوں کے درمیان گذر رہی تھی اور پھر کسی نے اس کا نام لے کر پکارا تھا.... اُس نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا تھا.. خدوخال بہت تیکھے تھے.... ابرو کی کمانیں گھنی اور ایک دوسرے کو چھوتی ہوئی تھیں۔ کولھے پر اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کر کے وہ اس طرف مڑی تھی۔ وہ اس کے قریب جُھکا تھا۔ لیکن اُس نے آہستہ سے اس کو پرے کر دیا تھا۔ تب اس کو حیرت ہوئی تھی کہ وہ کدھر جا رہی تھی... ندی کا وہ کنارہ ہر طرف پھیلی ہوئی دھند میں کہیں ڈوب چکا تھا.... دفعتاً اُس کو لگا وہ پاس ہی کہیں کھڑا ہے۔ اپنی پشت پر اس کی گرم سانسوں کو محسوس کر کے اس نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا تھا۔ گردن کے کنارے کنارے اس نے ہونٹوں سے برش کرنا چاہا تو اُس نے اس کو پرے کرنے کی کوشش کی تھی۔ تب اُس نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے کر آہستہ سے اپنی طرف کھینچا تھا تو اس کا آنچل ایک بوڑھے اور کمزور برگد کے تنے سے اُلجھ گیا تھا۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگی اس کو محسوس ہوا کہ پاپا لان میں کھڑے ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اُس نے اُٹھ کر بالکنی کے گوشے سے لان کی طرف جھانکا۔ پاپا نیچے چہل قدمی کر رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر اشارے سے بتایا کہ وہ اوپر آ رہے ہیں۔ وہ سمجھ گئی پاپا کچھ بات کرنا چاہ رہے تھے۔ کمرے سے کرسیاں نکال کر اُس نے بالکنی میں بچھائیں اور ان کا انتظار کرنے لگی۔

یہ سوچ کر اُس کو چبھن کا احساس ہوا کہ اس کے جانے کے بعد پاپا کس قدر تنہا ہو جائیں گے.... اُس کو تو ایک ساتھی مل جائے گا لیکن خود ان کا کیا ہو گا...؟ کتنے شفیق ہیں وہ.... اب تک کس طرح سینے سے لگا کر رکھا ہے.... ماں کی کمی کبھی محسوس ہونے نہیں دی.... ہر وقت اُس کی دلجوئی میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی اس کو تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا.... وہ جب بھی تنہا اور اداس ہوتی ہے تو وہ اس کے پاس ضرور پہنچ جاتے ہیں اور کتنی ڈھیر ساری باتیں کرتے ہیں... کس کس موضوع پر پاپا سے باتیں نہیں

ہوئی ہیں۔۔۔ ہر دن اس کی معلومات میں اضافہ ہی ہوا ہے۔۔۔۔ اس کے جانے کے بعد وہ کتنے بے سہارا اور اکیلے ہو جائیں گے۔۔۔۔؟ اس کا دل بھر آیا۔۔۔۔

پاپا سامنے کھڑے تھے۔ وہ اُٹھنے لگی تو انہوں نے شانہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو بٹھا دیا اور خود بھی سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔۔۔۔ اس کو لگا یہ خاموشی جان لیوا ہے۔ ایک نظر بچا کر اُس نے پاپا کی طرف دیکھا۔ وہ بے حد اُداس اور نحیف لگے۔ وہ چُپ چاپ بالکنی سے باہر دیکھ رہے تھے۔ اس کو لگا پاپا یقیناً ایک کرب سے گذر رہے ہیں اور ان کی بات سُن کر وہ بھی یقیناً اسی کرب سے گذرے گی۔ کچھ کہنے کے لئے انہوں نے منھ کھولا تو اُن کا گلا رُندھ گیا۔

"بیٹی۔۔۔۔"

اور وہ تڑپ کر بے اختیار ان سے لپٹ گئی۔ پاپا اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

"نہیں روتے۔۔۔۔" رندھے ہوئے گلے سے وہ اُس کو چُپ کرانے کی کوشش کرنے لگے تو اس کی سسکیاں بڑھ گئیں۔

"نہیں روتے۔۔۔۔ بے بی۔۔۔۔ نہیں روتے۔۔۔۔"

وہ دیر تک اس کی پُشت تھپتھپاتے رہے۔ کچھ دیر بعد اُس نے آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اوپر اُٹھایا تو پاپا نے دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کا کٹورہ سا بنایا اور پیشانی چُوم کر بولے۔

"یہ آدمی مجھے پسند ہے۔۔۔۔ ویسے جو تمہاری مرضی۔۔۔۔!"

وہ پھر پاپا سے لپٹ کر رونے لگی۔

"نہیں روتے بے بی۔۔۔۔ نہیں روتے۔۔۔۔ اور تم تو اسی شہر میں رہو گی۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد اس کے آنسو تھمے تو پاپا اُٹھ کر چلے گئے۔ اس نے باہر کی طرف دیکھا۔

گھاٹ کنارے اس کو ایک نیا سائن بورڈ نظر آیا۔

گنگا ایکشن پلان

سائٹ فور الکٹرک کرمیٹوریم

شاید بجلی کا مُردہ گھر بنے گا۔ اُس نے سوچا اور اداس نگاہوں سے ندی کی طرف دیکھا۔ مچھوارے جال پھینک رہے تھے۔ ایک ناؤ مسافروں کو لے کر گھاٹ سے کُھل رہی تھی۔

رشتہ طے ہوگیا۔

وہ گھڑی آگئی۔

وہ سُرخ جوڑے میں سمٹی سمٹائی بیٹھی تھی۔ دفعتاً کمرے میں اس کے قدموں کی آہٹ سن کر وہ اور سمٹ گئی........... ...... اُس کے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہوگئیں

اُس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموشی سے بیٹھا رہا پھر ایک بار اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا تو وہ زیرِ لب مسکرائی۔ دیکھیں.....کیا کہتا ہے.....؟ اس نے سوچا.... اس کا اِس طرح آہستہ سے چھونا اس کو اچھا لگا.... تب وہ اس کے قریب جُھکا.... اُس کی گرم سانسوں کو اپنے رُخسار پر محسوس کر کے وہ سہم گئی۔ اس نے اس کو آہستہ سے پرے کرنا چاہا لیکن پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اس کے کانوں میں پھسپھسایا تو اس پر نشہ سا چھانے لگا۔ اس کی تیز گرم سانسوں کو اس نے اپنی سانسوں میں گھلتا ہوا محسوس کیا اور اس کے نتھنوں میں وہی عجیب سی بُو رینگ گئی.... دھکتے الاؤ

کی مہک کی طرح گرم اور پُراسرار...... وہ بے خودی ہونے لگی .... یکایک اس کا ہاتھ بغل میں چھاتیوں کے قریب رینگ گیا۔ وہ ایک دم سے سکڑ گئی .... اس کے اس طرح یکایک سکڑ جانے سے چوڑیوں کے ساتھ پازیب بھی بج اُٹھے .... اُس کا ہاتھ اُس کی جانگھ اور چھاتیوں کے درمیان پھنس گیا .... اس پھنسے ہوئے ہاتھ سے اُس نے اس کی چھاتیوں کو ٹٹولنے کی کوشش کی اور اپنے ہونٹ اس کے رخسار پر رکھ دیئے۔ اس کے ہونٹوں کی حلاوت، گرم سانسوں کی مہک اور چھاتیوں پر اس کے سخت ہاتھوں کے کھردرے دباؤ سے وہ بے سدھ سی ہونے لگی۔ لیکن پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالنا چاہا اور تب ایک پل کے لئے یہ سوچ کر اس کو عجیب لگا کہ وہ فوراً دست درازی پر کیوں اُتر آیا .... ؟ وہ آخر بات چیت کیوں نہیں کرتا .... ؟ یہ لمحہ جسم کی حدوں سے گذرنے کا نہیں تھا .... یہ رات تو باتوں ہی باتوں میں گذرتی .... زیادہ سے زیادہ بوس و کنار کی حد تک ہی پیش قدمی مناسب تھی .... لیکن وہ تو جیسے عجلت میں تھا اور صرف ہاتھ اور ہونٹوں سے کام لے رہا تھا۔ اس کو حیرت ہوئی کہ وہ مزاحمت بھی نہیں کر پا رہی تھی اور آہستہ آہستہ ساری حدیں ختم ہو رہی تھیں۔ ....

پھر اس کی آنکھوں میں بھیگی لکڑیاں سی سلگنے لگی تھیں .... تب اس نے نیم باز آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا .... بالوں سے بھرے بھرے اس کے ہاتھ .... اس کا چوڑا چکلا سینہ .... اور پھر وہ اُس کی طرف متحرک ہوا تو وہ بے اختیار اس کے سینے سے لگ گئی تھی اور تب آتشیں لمحوں کی جادو فشانی تلذذ کے نئے نئے بھید کھولنے لگی تھی اور وہ اس دوران مستقل حرکت میں تھا اور پھر وہ لمحہ لمحہ غیر ہموار ہوتی سانسوں کے درمیان آہستہ آہستہ ندی میں اترنے لگی تھی۔ ... آہستہ آہستہ .... اور پھر اُس نے خود کو ایک سیل رواں میں بہتا ہوا محسوس کیا تھا .... ندی کی تیز دھار .... لہریں .... سیل رواں ... اس کے ساتھ وہ .... اس کو لگا وہ اب ڈوبے گی .... کہ ڈوبے گی .... اور پھر آخری لمحوں میں .... جیسے وہ ڈوب رہی تھی ... اُبھر رہی تھی .... پھر ڈوب ..... اور تب وہاں لہریں تھیں ... اور وہ تھی ... ندی کے

پاٹ سے لپٹی ہوئی.... ڈوبتی ہوئی.... اُبھرتی ہوئی.... اور اِس عالم میں اُس کے سینے سے لگی ہوئی وہ خود کو کوئی الگ سی چیز نہیں محسوس کر رہی تھی.... اس کو لگا ان لمحوں میں دونوں ایک ہیں اور لذّت کی گراں باری کا یہ عمل بہت جادوئی ہے.... وہ اس میں ضم ہے اور پوری طرح ضم ہو جانا جیسے اس کا تقاضہ ہے.....

سرکش موجیں کنارے کی طرف لوٹیں تو ہموار ہوتی سانسوں کے درمیان اس نے مخمور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب چت لیٹ گیا تھا اور اپنی انگلیاں چٹخا رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک لمبی جمائی لی تو اُس نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا تھا اور پھر پوچھ بیٹھی تھی۔

"آپ کچھ بولتے کیوں نہیں....؟"

وہ مسکرایا۔

"مجھے وہ بات نہیں بھولتی۔...."

"کون سی....؟"

"آپ نے جس طرح مجھے حادثہ سے بچایا۔"

"بہت متاثر معلوم ہوتی ہو۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر بولی۔

"آپ نے کارنامہ ہی ایسا انجام دیا۔..."

اس نے پھر جمائی لی۔

"نیند آرہی ہے۔؟"

"ہاں۔"

"باتیں کیجئے۔"

وہ خاموش رہا۔

"ایک بات بتاؤں۔؟"

"کیا ــ؟"

"عورت لاشعوری طور پر عدم تحفظ کے احساس سے گذرتی رہتی ہے اور مرد کو تحفظ کا ضامن سمجھتی ہے ...... یہی بات ایک کو صنف نازک اور دوسرے کو صنف بہتر بناتی ہے ..... آپ نے جس طرح میرا تحفظ کیا اس میں مردانہ وصف تھے اور یہی چیز تھرل پیدا کرتی ہے ...."

"وہ میرا فرض تھا۔"

"میں نہیں مانتی .... ایسا ہوتا کہ مجھے چوٹ لگ جاتی آپ مجھے اسپتال لے جاتے، میری تیمار داری کرتے .... میں اچھی ہو جاتی .... یہ بھی تحفظ ہوتا .... تب یہ آپ کا فرض ہوتا۔ .... یہ بات آپ کو ایک اچھا انسان بناتی ہے لیکن یہ مردانہ جوہر کی شناخت نہیں کہی جائیگی۔"

وہ مسکرایا۔ پھر اس نے کروٹ بدلنا چاہا تو وہ بولی۔

"سونے لگے ــ؟"

"پھر کیا کروں ــ؟"

"آج کی رات تو آنکھوں ہی آنکھوں میں کاٹی جاتی ہے ...."

"مجھے سویرے اُٹھنے کی عادت ہے۔ میں رات دیر تک جاگ نہیں سکتا۔"

"ذرا سوچئے تو ایک لڑکی بالکنی میں اپنے محبوب کے تصور میں کھوئی ہے۔ نیچے ہزار پہرے ہیں۔ اس کا محبوب تمام خطروں سے کھیل کر اچانک بالکنی میں آدھمکتا ہے اور اس کو اپنی باہنوں میں بھر لیتا ہے .... اُف .... وہ کیسی سہرن محسوس کرے گی۔ ...."

وہ ہنسنے لگا۔ پھر کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ وہ بھی اس کی پیٹھ سے لگ کر لیٹ گئی۔ پھر اُس نے آنکھیں بند کیں تو سڑک پار کرنے کا وہ منظر اس کی بند آنکھوں میں کوند گیا ..... وہ اس سے تھوڑا اور سٹ گئی اور اس منظر کو پھر سے جینے کی کوشش میں اُسی طرح آنکھیں بند کئے پڑی رہی .... یہاں تک کہ آہستہ آہستہ نیند اس کی آنکھوں میں اُترنے لگی۔

شادی کے فوراً بعد پاپا نے ان کے لئے دو ٹکٹ کھٹمنڈو کے منگوا دیئے۔ کھٹمنڈو میں ہنی مون منانے کے خیال سے وہ پھڑک اُٹھی۔ وہ وہاں بچپن میں جا چکی تھی۔ وہاں کی سرسبز وادیوں کی یادیں اس کے ذہن میں اب تک محفوظ تھیں۔ اس نے سوچا اس بار وہ وہاں کا چپہ چپہ گھومے گی اور بھرپور لُطف اٹھائے گی .... لیکن وہ زیادہ وہاں رُک نہیں سکتا تھا۔ اسکی چھٹی ایک ہفتہ اور بچی تھی اِس لئے پانچ دنوں کی تفریح پر ہی اس نے اکتفا کرلیا اور سامان کی پیکنگ میں جُٹ گئی۔ پاپا انہیں چھوڑنے ایرپورٹ تک آئے۔

اس کی سیٹ جھروکے کے قریب تھی۔ بند شیشوں کے باہر وہ بادلوں کے نظاروں میں کھوئی ہوئی تھی۔ بادلوں کے درمیانی شگاف سے کبھی کبھی نیچے پہاڑوں کا پھیلا ہوا دامن نظر آجاتا تھا۔ بیچ میں اِکا دُکا گھر اور دور دراز کی بستیاں بھی دکھائی پڑ رہی تھیں۔ گھاٹی سے لگی ہوئی ایک ندی کے قریب دھواں سا اُٹھ رہا تھا جو آگے بڑھنے پر چھٹ گیا تھا اور ڈوبتے سورج کی آخری کرنوں میں ندی کا پانی ملگجا سا نظر آنے لگا تھا۔ دفعتاً اُس نے کچھ بے چینی سی محسوس کی۔ سر کے خم سے اُس نے ایک نظر نیچے اپنے جسم کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے کا رنگ مٹ میلا ہوگیا ..... اُس کو حیرت ہوئی .....آج کے دن وہ اِس بات کے لئے قطعی تیار نہیں تھی .... بلکہ اِس کی نوبت تو وہاں پہنچنے کے دو دن بعد آتی۔

وہ بغل کی سیٹ میں تھا اور اس کے منھ میں ایک چاکلیٹ تھا جو کچھ دیر پہلے ایرہوسٹس نے دیا تھا۔ اس نے اشارے سے کہا کہ اوپر کپ بورڈ سے چھوٹا بیگ نکالے جس پر اُس نے حیرت سے وجہ پوچھی تھی۔ تب اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی تھی۔ اس نے بس اتنا ہی کہا تھا کہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اُس نے اُٹھ کر کپ بورڈ سے بیگ نکالا تھا اور اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ بیگ کھول کر اُس نے دیکھا کہ تولیہ کا پیکٹ اس میں

ہے یا نہیں۔ پھر بیگ کو بند کر کے اس نے ایک دو بار اِدھر اُدھر دیکھا تھا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ باتھ روم سے نکلی تو سامنے کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے کچھ مسافروں نے اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے اس نے کچھ راحت کی سانس لی لیکن اس کے چہرے پر کسی ہلکے کرب کی جھلک بہت نمایاں تھی۔

پھر ایر ہوسٹس نے اعلان کیا کہ کھٹمنڈو آنے والا ہے تو وہ اپنے آپ پر جھنجھلا اٹھی اور یہ سوچ کر زیر لب مسکرائی کہ وہ بھی یقیناً جھنجھلائے بغیر نہیں رہے گا۔

وہ ایر پورٹ سے باہر آئے تو ہالی ڈے کیمپ والوں کی بس لگی ہوئی تھی۔ کیمپ کے ایک نمائندے نے ان کا استقبال کیا۔ کچھ سیاح اور تھے۔ وہ بس میں بیٹھے تو نمائندے نے ویل کم ٹو نیپال کہتے ہوئے رُدراکش کی مالا پیش کی۔ تب اس نے خفت سے سوچا تین دنوں کے بعد واپسی تھی اور تین دن میں .....

ہوٹل پہنچتے پہنچتے نو بج گئے۔ اس نے بیرے کو کمرے میں ہی کھانا لانے کے لئے کہا۔ اِس وقت وہ نیچے ریستوراں میں جانا نہیں چاہتا تھا اور وہ بھی تکان محسوس کر رہی تھی۔

کمرے کا دروازہ چھوٹے سے ٹیرس پر کھلتا تھا۔ وہ ٹیرس پر آئی اور ایک بار چاروں طرف دیکھا۔ چاند پہاڑوں کے درمیان آہستہ آہستہ اوپر اُٹھ رہا تھا۔ شاہی قلعہ کی طرف جانے والی سڑک آگے جا کر دائرے کی شکل میں گھوم گئی تھی۔ سڑک چوڑی اور صاف تھی اور گولمبر کے بیچوں بیچ گینڈے کی ایک مورتی نصب تھی جس کے چاروں طرف فوّارے لگے ہوئے تھے۔ دربار مارگ پر بھاگتی کاروں کا سلسلہ تھا۔ کمرے سے کرسی نکال کر وہ ٹیرس پر بیٹھ گئی اور ایک ٹک گاڑیوں کی ٹیل لائٹ کو دیکھنے لگی۔

"کھانا نہیں کھانا ہے .....؟" اس نے کمرے سے آواز دی۔

"یہاں تو آیئے ....."

"کیا ہے — ؟"

"دیکھئے تو .... شہر یہاں سے کتنا حسین نظر آتا ہے ..."

وہ اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔

"دیکھئے .... گاڑیوں کی ٹیل لائٹ ...."

لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ نظارہ دیکھنے سے اس کی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔

"کل کا کیا پروگرام ہے — ؟"

"سب سے نزدیک پشوپتی ناتھ مندر ہے۔"

"مجھے نہیں جانا چاہئے ...."

"کیوں — ؟"

وہ ہنسنے لگی۔

"آخر کیوں — ؟"

"مجبوری ہے — ؟"

"کیسی مجبوری — ؟"

"سمجھ لیجئے —"

"کیا سمجھوں — ؟"

"بس سمجھ لیجئے ..."

"پھر بھی ...."

میں تو بور ہو گئی —"

اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

وہ پھر ہنسنے لگی۔

"آپ بھی بور ہو جائیں گے —"

"بھلا کیوں ۔ ؟" اس دفعہ وہ بھی مسکرایا تو یہ مسکراہٹ اس کو دل آویز لگی ۔

"کچھ نہیں ...."

"بتاؤ تو ...."

"نہیں بتاتی ۔" وہ شرما گئی ۔

بیرا کھانا لے کر آیا تو وہ کمرے میں آئے ۔ اس نے ٹیرس والی کرسی میز کے قریب کھینچ لی ۔

کھانے کے دوران اس نے پوچھا تھا کہ دودنوں کا پروگرام کس طرح طے ہوگا ۔ وہ ایک رات ڈھولی کھیل میں رکنا چاہتی تھی جہاں قدرت کے حسین مناظر دیکھنے کو ملتے تھے ۔ پاپا نے بھی اس جگہ کی تعریف کی تھی ۔ یہ طے ہوا کہ پہلے دن پشوپتی ناتھ کا مندر سیمبھو اور پاٹن کا علاقہ دیکھنے کے بعد شام کو سوپر مارکیٹ چلا جائے اور دوسرے دن دکھشن کالی کا مندر دیکھتے ہوئے ڈھولی کھیل کے لئے روانہ ہوا جائے اور وہاں رات گذارنے کے بعد سیدھا ایر پورٹ ....

کھانا ختم کرنے کے بعد وہ پھر ٹیرس پر آگئی ۔ وہ کمرے میں ہی رہا ۔ دربار مارگ پر بھاگتی ہوئی کاروں کی تعداد کچھ کم ہو گئی تھی ۔ چاند پہاڑوں کے اوپر کچھ اور ابھر آیا تھا ۔

یکایک اُس نے کمرے کی روشنی گُل کر دی ۔

"کیا ہوا ...... ؟" اس نے پوچھا ۔

"اب سونا چاہتا ہوں ۔"

"ذرا دربار مارگ کا حُسن تو دیکھئے ...."

"دس بج رہے ہیں ۔"

"تو کیا ہوا ۔"

"تم اندر تو آؤ ۔"

وہ اندر آئی ۔

"اب سونا چاہیے ــــ"

"کچھ باتیں کیجیے نہ ــــ" وہ اُس کے اوپر جُھکی۔

"کیا باتیں کروں ــــ؟"

"کچھ بھی ــــ" وہ اس کے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔

"مجھے اِس وقت سونے کی عادت ہے۔"

"یہ کوئی وقت ہے ــــ؟"

وہ اس کی طرف مڑا۔

"میں کیا کروں ..... مجھے ٹھیک دس بجے سونے کی عادت ہے۔

"اچھی بات ہے پھر سوئیے ....." وہ جھلا کر بولی اور چت لیٹ گئی۔

وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ اور دفعتاً اس کو لگا، وہ اس سے بے اعتنائی برت رہا ہے۔ ... شاید اِس لئے کہ وہ نجس حالت سے گذر رہی ہے .... یہ تو خود غرضی ہے .... وہ حد درجہ خود غرض معلوم ہوتا ہے .... اُس نے نفرت سے سوچا اور بوجھل قدموں سے ٹیرس پر آئی ــــ ایک بار چاروں طرف دیکھا۔ چاندنی میں نہائے ہوئے کالے پربتوں کا سلسلہ اس کو اجنبی اور غیر مانوس لگا۔ کچھ دیر وہ ٹیرس پر یونہی بیٹھی رہی۔ پھر دروازہ بند کیا۔ چاند کی طرف کُھلنے والی کھڑکی بھی بند کی اور بستر پر لیٹ گئی .... ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بے خبر سو رہا تھا .. تب اس نے دوسری طرف کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش میں آنکھیں بند کر لیں .... لیکن نیند کوسوں دور تھی۔ ... اور تب اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک گہرے پھیکے پن سے بھر اُٹھی ہے جیسے کسی دلکش رنگین تصویر پر قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا ہو .... وہ دیر تک اس پھیکے پن کے احساس سے گذرتی رہی .... آخر کار پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں تو وہ اس کی طرف مڑی اور پیٹھ سے لگ کر سو گئی۔

ہر طرف جل تھل تھا۔ برھما اور وشنو بچ گئے۔ سرشٹی کی استھاپنا پھر ہوئی تھی۔ دونوں تکرار میں اُلجھ گئے، ہم بڑے کہ تم بڑے..... فیصلہ کچھ نہیں ہوا۔ تب آکاش وانی ہوئی اور ایک جیوتی لنگ پرکٹ ہوا کہ اِس کا جو انت دیکھے وہی بڑا۔ ہزاروں سال بیت گئے۔ کسی کو انت نہیں دکھا۔ برھما جی ہار ماننے والے نہیں تھے۔ کام دھینو کو چپکے سے راضی کیا۔ تینوں بھول کیتکی جیا نند ھوک کو بھی گواہ بنایا اور وشنو سے بولے... ہم نے جیوتی لنگ کا انت دیکھ لیا۔ گواہوں نے حامی بھردی۔ تبھی آکاش وانی ہوئی۔ برھما جی کا پول کُھلا۔ اِس لئے برھما کی پوجا ہر جگہ نہیں ہوتی۔ تینوں پھول بھی شیو کو نہیں چڑھتے۔ کام دھینو کا منھ بھی اسی سمے اپوتر گھوشت ہوا۔ برھما نے ایشور ہونے کا دعویٰ چھوڑا۔ وشنو نے بھی ایشور ہونے کا دعویٰ چھوڑا۔ دونوں نے سویکار کیا کہ ایشور ہی جیوتی لنگ ہے۔ تب ایک جیوتی پرکٹ ہوئی اور گوری شنکر کے درشن ہوئے۔ برھما جی کو پشکر میں پوجے جانے کا وردان ملا۔ برھما اور وشنو کی ارادھنا چلتی رہی۔ پنچ مکھی شیو آٹھ ہاتھوں میں جپ مالا اور امرت سے بھرا کمنڈل لئے پرکٹ ہوئے۔ برھما کو سرشٹی رچنا اور وشنو کو سرشٹی پالن کا اُپدیش ملا۔ پنچ مکھی شیو خود جیوتی لنگ بن کر پشوپتی ناتھ کے روپ میں استھاپت ہو گئے۔

ہزاروں سال بیت گئے۔ ادھرم بڑھا۔ تب جیوتی لنگ پرتھوی پر لُپت ہو گیا۔ اس یُگ کا انت ہوا۔ پھر ایک یُگ آیا جب شری پشوپتی ناتھ مرگ رُوپ میں تری لوک کلیان کے لئے وَن وہار کرنے لگے۔ دیو گن جیوتی لنگ کے درشن کو آئے اور اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے

گو ہیشری گنڈ کے پاس پہنچے ۔ وہاں ایک پرم سندری کنیا کھیل رہی تھی ۔ دیوگن سمجھ گئے۔
اس کی وندنا کی اور شیو کا پتہ پوچھا ۔ کہ کالی نے مرگ روپ شری پشوپتی ناتھ کا پتہ لگایا۔
دیوتاؤں نے جنگل میں شت بیج بوئے ۔ سورج نے روشنی دی ۔ اندر نے ورشٹی کی چندرما
نے شیلتا دی ۔ انیک جڑی بوٹیاں پیدا ہو گئیں ۔ اس بن مہوتسو سے شیوجی پرسن ہو گئے ۔ مرگ روپ
شیو بن کی اور اُنمکھ ہوئے ۔ برہما وشنو اور اندر نے لپک کر ان کی سینگ پکڑ لی ۔ مرگیشور
آکاش میں لُپت ہو گئے ۔ سینگ ٹوٹ کر تینوں کے ہاتھوں میں رہ گئی ۔ دیوتاؤں نے استوتی
شروع کی ۔ مرگیشور پرسن ہو کر پرکٹ ہوئے اور بولے ۔ "ہم یہاں جیوتی لِنگ کے روپ میں
سدا رہیں گے ۔ ترلوک کلیان کے لئے منشیہ روپ لیا تھا ۔ میری سینگ کے تینوں ٹکڑے
تین لوک میں استھاپت کر دو ۔ جو میرے پشوپتی روپ کا درشن کرے گا اس کا پشو جنم نہیں ہوگا
پرتھوی کے سبھی تیرتھ یہاں آئیں گے ..... اور شیو انتردھین ہو گئے ۔"

وہ تھک کر مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی ۔ پجاری نے بتایا کہ باگمتی ندی کے اس پار
ماتا گہیشوری کا مندر ہے ۔ اس علاقہ کو مہیشور چھیتر بھی کہا جاتا ہے ۔ اگر اس کا طواف کرنا
ہو تو پشوپتی بازار کی اتری سڑک ہو کر جانا ہوگا ۔

اُس نے گھوم کر آنگن کی طرف دیکھا ۔ فرش سنگ مرمر کا تھا ۔ مندر کی دیواروں پر
چاندی کے برج بنے ہوئے تھے ۔ بیچ بیچ میں چاندی کے بڑے بڑے پیالے نصب تھے
جن پر سونے کا پالش کیا ہوا تھا ۔ ایک بھنڈاری آنگن کے کونے میں چندن گھس رہا تھا ۔
سامنے پہاڑوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ اندر کال پربت ہیں ۔ ارجن نے
پشوپتی استر پراپت کرنے کے لئے یہاں تپسیا کی تھی ۔

"تروینی سنگم کہاں ہے ۔؟" اس نے پوچھا ۔

"تروینی سنگم باگمتی کے اندر ہے ۔ وہاں پاروتی نے اسنان کیا تھا ۔ مرگ روپ میں
باگمتی کا جل پی کر پشوپتی وہیں بیٹھے تھے ۔"

دیوار سے لگ کر ایک لمحہ کے لئے اُس نے آنکھیں بند کیں تو اس کو لگا کہیں مردنگ بج رہے ہیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور اندر کال پربت کی طرف دیکھا۔

مندر میں آنے جانے والا ہر آدمی ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈال رہا تھا۔ اس کو لگا وہ اگلے وقتوں کی دیو داسی کی طرح مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہے۔ وہ اُٹھ کر آنگن میں آئی اور کنارے سے مندر کے شکھر کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہیں شکھر سے پھسلتی ہوئی دیواروں پر جم گئیں۔ دیواروں پر چاندی کے برج بنے ہوئے تھے۔ دروازوں کے چوکھٹ کو بھی چاندی سے مڑھ دیا گیا تھا۔ اس کی نگاہیں چاندی کے برج پر مرکوز تھیں اور ناگہاں اس کے کانوں میں جیسے کوئی حضرت داود کی غزل الغزلات کے بند سنانے لگا تھا۔

ہماری ایک چھوٹی بہن ہے
ابھی اس کی چھاتیاں نہیں اٹھیں
جس روز اس کی بات چلے
ہم اپنی بہن کے لئے کیا کریں
اگر وہ دیوار ہو
تو ہم اس پر چاندی کا برج بنائینگے
اور اگر وہ دروازہ ہو
تو ہم اس پر دیودار کے تختے لگائینگے

اس پر وجد سا طاری ہونے لگا۔ ایک بار عالم تحیر میں اُس نے چاروں طرف دیکھا اور سیڑھیوں سے اُٹھ گئی..... پھر وہ باہر آئے اور پشوپتی بازار سے گذرتے ہوئے رودراکھشں کی مالا خریدی۔ بازار کی سڑک پورب کی طرف مڑ کر آتما کنڈ کو جاتی تھی جہاں گوری گھاٹ تھا۔ بازار سے گذرتے ہوئے وہ گوری گھاٹ پر آئے اور اس پتھر

کو دیکھا جہاں پاروتی نے تپسیا کی تھی۔ کچھ دیر دَم مارنے کے لئے وہ گھاٹ کنارے بیٹھ گئی۔

"تھک گئیں ...؟" اُس نے پوچھا۔

جواب میں وہ مسکرائی۔

"آگے ٹیکسی کرینگے۔"

"مرگ استھلی اور دھردا استھلی تو دیکھ لیں..."

"اب چھوڑو .... کھانا بھی کھانا ہے ..."

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ دو بج رہے تھے۔

پل پار کر کے وہ سڑک پر آئے۔

ایک ریستوراں میں انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر سیمبھو کے لئے ایک ٹیکسی کی۔ وہاں مندر کی چڑھائی دیکھ کر وہ سیڑھیوں پر رُک گئی۔

"کیا ہوا۔؟"

"سہارا دیجئے۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کے کندھے سے لگ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ سیڑھیوں کی ریلنگ سے بندر جھول رہے تھے۔

"وہ دیکھئے ...." اس نے ہنس کر بندروں کی طرف اشارہ کیا۔

"اب سمجھا .... اس کو منکی ٹمپل کیوں کہتے ہیں ....؟" وہ بھی ہنسنے لگا۔

سیڑھیاں جہاں ختم ہوتی تھیں وہاں درمیانی استوپ کے قریب بجر کی ایک وسیع مورتی نصب تھی۔ مندر پگوڈا طرز کا تھا۔ مندر کے اوسارے میں جگہ جگہ جعفری میں لکڑی کے چکّے لگے ہوئے تھے۔

"یہ دیکھئے ... پریر وھیل (Prayer wheel) ...." اس نے چکّوں کی طرف اشارہ کیا۔

"تم یہاں آ چکی ہو ۔۔ ؟"

"بچپن میں ایک بار آئی تھی۔ اس وقت یہ باتیں گائڈ نے بتائی تھیں"۔

اس نے چاروں طرف ایک طائرانہ نظر ڈالی۔

"نیپال کی یہ سب سے قدیم جگہ ہے۔ جیولوجسٹ کہتے ہیں یہاں پہلے ایک بڑی جھیل تھی.... دیومالا کے مطابق یہ گھاٹی کبھی جزیرہ تھی۔"

"مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔"

"یہاں سکون ہے ۔۔!" اُس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اور ایک بار اُداسی سے نیچے دور تک پھیلے ہوئے شہر کی طرف دیکھا۔

وہ وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرے۔ وہاں سے پاٹن آئے۔ دربار اسکوائر میں کرشن، شیو اور بھیم سین کے مندروں کو دیکھا۔ وہاں سے سنگھ رالیہ ہوتے ہوئے سوپر مارکیٹ آئے۔ چھوٹی موٹی خریداری کی۔ ساڑیاں، چپلیں، سلیپنگ گاؤن کے علاوہ پاپا کے لئے پانچ سو پچپن سگریٹ کا ایک کارٹن اور لائٹر خریدا۔ کچھ الکٹرونک کا سامان بھی وہ لینا چاہ رہی تھی لیکن پھر کسٹم والوں کی سوچ کر اُس نے ارادہ ترک کر دیا۔

اس نے اپنے لئے شیونگ لوشن اور دو تین پیکٹ بلیڈ خریدے۔ شام کا کھانا کھاتے ہوئے وہ ہوٹل پہنچے تو دس بج گئے تھے۔ وہ کافی تھک گئی تھی۔ کچھ دیر بستر پر آنکھیں بند کئے پڑی رہی۔ پھر ٹیرس پر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

چاند شباب پر تھا۔ چاندنی میں نہائے ہوئے کالے پربت پُراسرار لگ رہے تھے۔ یکایک اس نے کمرے سے آواز دی کہ وہ اب سونا چاہتا ہے.... اور دلکش رنگین تصویر پر قطرہ قطرہ پانی ٹپکنے لگا تھا۔ اس کو لگا وہ یہاں تنہا آئی ہے اور تنہا لوٹ جائے گی۔ بے حد اداسی سے اس نے سوچا کہ اِس شخص کے پاس بات کرنے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہے۔ تاریخ

دیو مالا سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی کچھ جاننے کا شوق.... بس کھانا کھاؤ اور سو جاؤ....

"باہر شبنم ہے ـــ" اس نے پھر آواز دی۔

وہ جھلا کر کرسی سے اُٹھ گئی۔

"ایک بات کہوں ـــ؟" اس کا لہجہ کچھ تُرش تھا۔

"کیا ـــ؟"

"مجھ سے اِس وقت سویا نہیں جائے گا ـــ"

"مجھے تو اِسی وقت سونے کی عادت ہے ـــ"

"آپ باتیں نہیں کر سکتے ـ؟"

"کیا باتیں کروں ـــ؟"

"یہ کوئی تُک ہے کہ آدمی اِس وقت سو جائے ـــ؟"

"میرا شروع سے یہی اصول ہے۔"

"لیکن میں اِس وقت...."

"پھر میں کیا کروں ـــ؟"

"باتیں ـــ" وہ اس کی گردن میں بانہیں حمائل کرتی ہوئی بولی۔

وہ اس کی طرف مڑا۔ اس کو لگا اب وہ اس کو اپنی باہوں میں بھر لے گا اور اسکے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دے گا۔ لیکن وہ صرف اس کی طرف کروٹ بدل کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔

"تم ہمیشہ سوتے وقت ہی باتیں کرنا چاہتی ہو ـــ"

"ہم یہاں ہنی مون پر آئے ہیں ـــ"

"مجھے سونے دو ـــ"

"ذرا کھڑکی سے باہر تو دیکھیے...."

وہ چُپ رہا۔

"کچھ نیپال کی باتیں کیجئے..... "

وہ چُپ رہا۔

"یہاں قدم قدم پر دیو مالا بکھری پڑی ہے.... "

وہ چُپ رہا۔

"آپ کو سیمبھو اچھا نہیں لگا ــــــ ؟ "

....

"سیمبھو دو ہزار سال پرانا ہے ــــــ "

اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ سو چکا تھا۔

پہاڑ ہنسنے لگے.... آسمان کے وسط میں لٹکتا ہوا چاند کسی پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا۔

دوسرے دن سویرے ہی وہ بس سے دھولی کھیل کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ کچھ دور سپاٹ تھا۔ پھر چڑھائی شروع ہوئی تو گاڑی بار بار گیر بدلنے لگی اور گھوں گھوں کی آواز سے پوری گھاٹی گونجنے لگی۔ اس کی نگاہیں کھڑکی سے باہر گھاٹی کے نشیب و فراز میں چکر کاٹ رہی تھیں۔ وہ بغل کی سیٹ پر تھا اور اس کا سر مستقل جنبش کر رہا تھا۔ بیچ بیچ میں وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کر لیتا تھا۔

سامنے والی سیٹ پر ایک جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ لڑکی باتونی تھی اور بات بات پر ہنس رہی تھی۔ لڑکا ہوں ہاں میں جواب دیتا اور کبھی کبھی ہنسنے لگتا۔

اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا سر اسی طرح جنبش کر رہا تھا اور آنکھیں بند تھیں.... اونگھ رہا ہے....! اس نے حقارت سے سوچا اور بے دلی سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ پہاڑوں کے بیچوں بیچ جانے والے راستے کے درمیان گھاٹی بٹ سی گئی تھی۔ راستے کے جنوب میں پہاڑیاں ویران سی لگ رہی تھیں۔ لیکن دوسری طرف گھاٹی کا حصہ گھنی اور ہری جھاڑیوں سے بھرپور تھا۔ دور پہاڑ کی چوٹیوں پر دھوپ چمک رہی تھی اور نزدیک والی گھاٹی سائے میں تھی۔

آگے کچھ دور سپاٹ راستے کے بعد یکایک ایک تیکھا موڑ آیا تو اس کا جنبش کرتا ہوا سر اس کے کندھے پر لڑھک گیا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور بڑبڑایا۔

"کہاں تک آئے ؟" نیند کے بوجھ سے اس کی آنکھیں خرگوش کی آنکھوں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

وہ خاموش رہی اور اسی طرح بے دلی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ ایک خرگوش دوڑتا ہوا پاس کی جھاڑیوں میں گھس گیا۔ بس آگے بڑھی تو اس نے کھڑکی سے چہرہ ہٹا کر پیچھے کی طرف

دیکھا۔ خرگوش دوبارہ نظر نہیں آیا۔ سپاٹ راستے پر بس کی رفتار تیز ہوگئی۔

دھولی کھیل پہنچتے پہنچتے شام ہوگئی۔ بس آخری چڑھائی چڑھتی ہوئی اونچے سے ٹیلے کے قریب ایک چورس میدان میں رک گئی۔ یہ جگہ بس کو پیچھے گھمانے کے لئے کافی تھی۔ ہوٹل چندہی قدم پر تھا جہاں ان کو قیام کرنا تھا۔ یہ چورس جگہ اس ہوٹل کا حصہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہاں سے ایک پتلا سا راستہ ہوٹل تک چلا گیا تھا۔

بس سے اتر کر وہ ہوٹل میں آئے۔ ریسیپشن میں نام درج کرانے کے بعد وہ اندر داخل ہوئے....

اور وہ مبہوت رہ گئی.....

ہر طرف گہری خاموشی تھی.... اور خاموشی کے گرت میں فضا سانس تھامے کھڑی تھی....

وہ محو حیرت پہاڑ کی برف پوش چوٹیوں کو تک رہی تھی جہاں آہستہ آہستہ ڈوبتے سورج کا نارنجی رنگ گھل رہا تھا۔ یہ ہوٹل کا صحن تھا جہاں وہ کھڑی تھی۔ بائیں طرف ہوٹل کی عمارت تھی اور صحن تین اطراف سے کھلا ہوا تھا۔ صحن میں ایک طرف کرسیاں بچھی تھیں.... بیرے چل پھر رہے تھے لیکن کہیں کوئی آواز نہیں تھی.... ہر طرف ایک گہرا سکوت تھا۔ صحن میں کونے کی طرف ایک جوڑا ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے دائرہ بناتا ہوا چہل قدمی کر رہا تھا.... بس کی مستقل گھوں گھوں کے بعد یکایک گہری خاموشی میں اتر آنا اس کے لیے مسحور کن تھا.... اس کو لگا صحن میں بچھی ہوئی کرسیاں، چلتے پھرتے بیرے اور گول چکر میں گھومتا ہوا جوڑا یہ سب خاموشی بُن رہے تھے۔ اور وہ خود بھی اس کا ایک حصہ بنتی جا رہی تھی....

یکایک لڑکے نے جُھک کر لڑکی کو گردن کے قریب آہستہ سے چُوما.... اس نے ایک سہرن سی محسوس کی.... اس کو محسوس ہوا یہ بوسہ خاموشی کے بدن پر پھسلتا ہوا خود اس کی گردن پر ثبت ہوگیا ہے۔ لڑکی کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ اس کو یقین تھا کہ اِس وقت اس کے ہونٹوں پر بے حد دل آویز مسکراہٹ ہوگی اور آنکھوں میں شفق کا گلابی رنگ بھی گُھلا ہوگا۔

وہ آگے بڑھی۔ صحن کے کنارے ایک اونچا سا چبوترہ بنا ہوا تھا جہاں سے گھاٹی کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ چبوترے پر چڑھ کر اس نے سامنے کی طرف دیکھا۔ ایک ندی گھاٹی میں کہیں لپٹی ہوئی نظر آئی۔ گھاٹیوں سے نکلنے والا دھواں اوپر کی طرف اُٹھ رہا تھا۔ شاید ہوا اتنی تیز نہیں تھی کہ دھواں اِدھر اُدھر بکھر سکتا۔ اس نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا۔ پرندے ایک دائرے میں چکر کاٹ رہے تھے۔ اس کی نظر جوڑے کی طرف اُٹھ گئی۔ وہ اب اپنی میز پر تھے۔ لڑکا بیئر کی ہلکی ہلکی چسکیاں لے رہا تھا اور لڑکی اس کے کندھے پر جھکی ہوئی تھی۔

یکایک اس کو کافی کی طلب محسوس ہوئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ تب اس کو یاد آگیا کہ وہ بیرے کے ساتھ کمرے کی طرف گیا تھا۔ ناگہاں وہ اس کو ہوٹل کی اوپری منزل کی ایک بالکنی میں نظر آیا تو اس نے بے اختیار اس کو نیچے آنے کا اشارہ کیا اور چبوترے پر بیٹھ گئی۔ اِس طرح چبوترے پر بیٹھنا اس کو اچھا لگا۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ خامشی کا غلاف رفتہ رفتہ دبیز ہونے لگا ہے اور شفق کی لالی رات کی سیاہی میں گھلنے لگی ہے۔ اس نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا۔ پرندے گھونسلے کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ طوطوں کی ایک سبز قطار سر کے اوپر سے گذرتی ہوئی پاس کی جھاڑیوں میں گھس گئی..... ایک گرگٹ سرسراتا ہوا جھاڑی کی پھنگی پر چڑھ گیا اور زور زور سے سر ہلانے لگا...... اُس نے بھی سرور میں آنکھیں بند کیں تو بند پپوٹوں میں شام کا رنگ اور سرمئی ہو گیا..... خامشی ایک دم گہرا گئی..... اس کو لگا جیسے وہ خود بھی خامشی میں آہستہ آہستہ گھل رہی ہے..... اُس کا حصہ ہو رہی ہے..... کتنا گہرا سکوت تھا ..... چبوترے کی طرح ٹھوس اور جامد..... جسے وہ چھو کر محسوس کر سکتی تھی..... اس نے تحیّر میں آنکھیں کھولیں..... بند کیں..... پھر کھولیں..... بند کیں..... اور اس کو لگا یہ خامشی کائنات سے پہلے کی خامشی ہے... عدم وجود کی خامشی ہے جس میں وجود آہستہ آہستہ ضم ہو رہا ہے... وہ بے خود سی ہو گئی..... اور تب اُس نے صاف محسوس کیا کہ بے حد آہستہ سے..... بے حد ملائمیت کے

ساتھ وہ اپنے وجود سے پھسل کر باہر آگئی ہے.... اور پھیل گئی ہے ہر سُو.... درختوں پر.. پربتوں پر.... دھویں کے ستون کی مانند وہ پھیل رہی ہے.... مسلسل.... زمان و مکاں کی قید سے ماورا.... انبساط کی بے کراں ندی ہے... جس کا کوئی آغاز نہیں ہے.... کوئی انت نہیں ہے.... وہ بے کراں لہروں میں ڈوب رہی ہے... ابھر رہی ہے.... ڈوب.....

"کیا تُک ہے یہاں بیٹھنے کی...."

"ہوش میں تو ہو...." وہ اس کو کندھے سے پکڑ کر ہلا رہا تھا۔

غیر مرئی دھاگہ ایک جھٹکے سے ٹوٹا تھا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ سرشاری کی وہ کیفیت زائل ہو گئی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو۔؟"

اس نے ایک بار اِدھر اُدھر دیکھا.... اور تب اس نے جانا کہ وہ چبوترے پر تھی.... دھولی کھیل کے ایک ہوٹل کے صحن میں.... اور وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

"زمین پر کیوں بیٹھی ہو....؟ پاگل ہو گئی ہو کیا....؟"

اس کو لگا وہ باتیں نہیں کر رہا ہے آہنی زنجیر ہلا رہا ہے.... اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"یہاں خود کو فطرت سے قریب محسوس کر رہی ہوں۔!"

"کیا پاگل پن ہے....؟ کرسی پر بیٹھنا چاہئے..."

ایک بیرا مؤدبانہ ان کے قریب جھکا تو اس نے کافی کا آرڈر دیا۔

"میرے لئے نہیں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کیوں۔؟"

"ابھی خواہش نہیں ہے۔"

وہ چُپ رہی اور کچھ اداسی سے اس جوڑے کو دیکھنے لگی.... وہ اب پھر گول چکر

بناتے ہوئے گھوم رہے تھے۔ لڑکی کا سر بار بار لڑکے کے کندھے کو چھو رہا تھا۔ لڑکے نے ایک بار اس کے بالوں کی لٹوں کو پیچھے ہٹایا تو اس کو لگا وہ اس کو پھر چومے گا.... لیکن اِس بار اس نے کوئی سپھرن محسوس نہیں کی .... اور جیسے تھک کر آنکھیں بند کر لیں .... اور تب ایک لمحہ کے لئے وہ سوچے بغیر نہیں رہ سکی کہ یہ شخص اس کے ساتھ کافی تک نہیں پی سکتا... فطرت سے ہم آہنگی کو پاگل پن سمجھتا ہے.... کس قدر اکیلی ہے وہ .... کس قدر اکیلی .....!

دفعتاً اس کو لگا وہ اسی نامعلوم اداسی کی گرفت میں ہے۔ اس نے اپنی اس کیفیت پر قابو پانا بھی نہیں چاہا.... بیرا کافی لے کر آیا تو وہ خاموشی سے کافی کی چسکیاں لیتی رہی... اِس درمیان اس نے ایک دو بار نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا بھی ..... وہ کرسی پر خاموش بیٹھا تھا اور اپنے پاؤں کو مستقل جنبش دے رہا تھا....

کچھ دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ کر کمرے میں آئے تو وہ بے دلی سے پلنگ پر لیٹ گئی اور چہرہ بازوؤں میں چھپالیا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد وہ پھر اُسی طرح پلنگ پر لیٹ گئی۔ وہ دانتوں میں خلال کرنے لگا۔ ایک دو بار اس نے کمرے میں چہل قدمی بھی کی۔ پھر روشنی گل کر کے بستر پر آیا اور کروٹ بدل کر بغل میں لیٹ گیا۔

اس کو یکایک گھٹن کا احساس ہوا۔ وہ اُٹھ کر بالکنی میں آئی۔ آسمان تاروں سے بھرا تھا.... چاند پورے آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ ہوا میں خنکی کے ساتھ جنگلی پھولوں کی مہک بھی شامل تھی۔ اس نے ایک بار چاندنی میں نہائے ہوئے پربتوں کی طرف دیکھا اور ایک لمحہ کے لئے آنکھیں بند کیں..... یکایک کوئی اس کے ارد گرد زنجیریں ہلانے لگا.... اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں .... ہر طرف ایک بھیانک پسپائی تھی.... کوئی سکوت نہیں تھا.... خاموشی نہیں تھی.... خامشی کا نغمہ نہیں تھا.... ایک سناٹا تھا... مہیب سناٹا.... پربت ہنس رہے تھے.... چاندنی کھی کھی کر رہی تھی.... پیڑ کی شاخیں آسیب کی

باہوں کی طرح ڈول رہی تھیں.... اس کو لگا آسیب آہنی بیڑیوں میں اسے کس رہے ہیں..
اس پر خوف سے کپکپی طاری ہو گئی.... وہ بھاگ کر کمرے میں گھس گئی اور بالکنی کا دروازہ اندر
سے لگا دیا.....

وہ اُسی طرح خوف سے کانپتی ہوئی پلنگ تک پہنچی اور بستر پر گر کر ہانپنے لگی۔ایک نظر
اس کی طرف دیکھا.... وہ بے خبر سو رہا تھا.... سناٹا اور بھیانک ہو گیا.... اس نے تکیہ میں منھ
چھپالیا اور سسک سسک کر رونے لگی۔....

دوسرے دن وہ صبح سویرے کٹھمنڈو کے لئے روانہ ہوئے اور دن بھر وہاں رہنے
کے بعد شام کی فلائٹ سے گھر پہنچے۔

۳

گھر پہنچتے ہی اس کو پاپا کی یاد آئی اور یکایک فون کی گھنٹی بھی بج اُٹھی تو اس کو لگا پاپا کا ہی فون ہوگا۔ اُس نے لپک کر ریسیور اُٹھایا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کی ساری تکان دور ہوگئی۔ فون پاپا کا ہی تھا۔ پاپا نے خیریت پوچھی اور خیال ظاہر کیا کہ سفر یقیناً خوشگوار گذرا ہوگا۔ وہ ہوں ہاں میں مختصر جواب دیتی رہی۔ پاپا نے دوسرے دن لنچ پر آنے کی دعوت دی۔ اس دن اتوار تھا اور وہ چھٹی ساتھ ہی گذارنا چاہتے تھے۔ اس نے حامی بھر لی اور کہا کہ اُس دن وہ ان کو اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر کھلائے گی۔

فون رکھنے کے بعد اُس نے تولیہ اُٹھایا اور غسل خانے میں گھُس گئی۔ غسل کے بعد وہ خود کو تازہ دم محسوس کرنے لگی تھی۔ بالکنی میں آکر اُس نے تولیہ سے اپنے بھیگے بالوں کو دو تین جھٹکے دیئے۔ ایک بار باہر سڑک پر ٹریفک کا ہجوم دیکھا اور تولیہ کو تار پر پسار کر کمرے میں لَوٹ آئی۔ کھانا بنانے کے لئے اِس وقت کچن میں جانے کے خیال سے اس کو وحشت ہوئی اس کے جی میں آیا رات کا کھانا باہر ہی کھایا جائے لیکن پھر اس نے سوچا شاید یہ بات وہ پسند نہیں کرے گا۔ تب اُس نے ایک بار یونہی ٹی۔وی۔ کھولا اور بند کیا پھر کچن میں گھس گئی۔

کھانے کے بعد وہ بالکنی میں بیٹھنا چاہتی تھی لیکن اُس نے چہل قدمی کی تجویز رکھی تو اس کو اکتاہٹ کا احساس ہوا۔ اِس طرح چہل قدمی اس کی عادت نہیں تھی۔ اس نے ایک دو بار اصرار کیا تو وہ راضی ہو گئی۔ وہ نیچے کمپاونڈ میں آئے۔ وہاں اپارٹمنٹ کے ایک دو آدمی اور تھے۔ اس نے سر کی جنبش سے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے رسمی باتیں پوچھیں۔ مثلاً ہنی مون کیسا رہا....؟ کب آئے.... اور آج گرمی کم ہے....

وہ تقریباً آدھ گھنٹے تک چہل قدمی کرتے رہے۔ وہ بے دلی سے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ پھر اس نے کہا کہ وہ اس کو مارننگ واک میں لے چلے گا اور پھر مارننگ واک کے فائدے بھی گنوانے لگا تو اس کو کوفت کا احساس ہوا۔

"مجھے مارننگ واک سے اُلجھن محسوس ہوتی ہے...."

"کیوں ــ؟"

صرف مریض اور بوڑھے ہی مارننگ واک میں نکلتے ہیں.... خاص کر ذیابطس کے مریض۔ ان کے درمیان لگتا ہے اپنی عمر بھی تجاوز کرنے لگی ہے۔"

"وہ ہنسنے لگا۔

"مجھ سے اُصول والی زندگی نہیں جی جاتی...." وہ بھی مسکرائی۔

"لیکن زندگی میں اصول کو تو اپنانا ہی ہوگا ــ"

"یہی بات میرے گلے نہیں اترتی...."

"لیکن میرے کچھ اصول ہیں جن پر میں سختی سے قائم ہوں۔"

"اصول اور عقیدے آدمی کو اس کی داخلیت میں باندھتے ہیں.... آدمی کے اندر خوف ہے اسی لئے وہ کہیں کسی عقیدے، کسی اصول کو پکڑنا چاہتا ہے اور آہستہ آہستہ عقیدے کے گھیرے میں مقید ہو کر رہ جاتا ہے۔"

وہ چُپ رہا۔

"میں خوف میں جینا نہیں چاہتی .... میں زندگی کو اُس کی اصلیت میں جینا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

"با اصول آدمی سفاک ہوتا ہے .... زمین پر فساد کرانا ہو تو آدمی کو با اصول بنائیے...
ساری جنگیں اصول کے لئے ہی لڑی گئی ہیں...."

"یو آر ٹاکنگ ربش ...."

"میں صحیح کہہ رہی ہوں ...."

دفعتاً اُس نے محسوس کیا کہ ماحول میں کشیدگی پیدا ہونے لگی ہے۔

"ماریئے گولی .... آپ کی خاطر مجھے سب گوارہ ہے ..."

وہ خاموش رہا۔

وہ اوپر آئے۔ اُس نے روشنی میں اس کو غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ
کے آثار بہت نمایاں تھے۔

"ناراض ہیں ــــ ؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں تو ...." وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

لیکن وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکی کہ جو کشیدگی چہل قدمی کے دوران ان کی
گفتگو سے پیدا ہوئی تھی اس کا اثر کمرے کے ماحول میں بھی ہے۔ اس نے کھڑکی کھولی۔
چاند مضمحل سا بادلوں کے درمیان لٹکا ہوا تھا۔

"چاند اِس حال میں بھی اچھا لگ رہا ہے۔" وہ لہجہ کو خوشگوار بناتی ہوئی بولی۔

وہ بستر پر لیٹ گیا۔

"کچھ باتیں کیجئے نہ ...." وہ اُس کے بغل میں لیٹ گئی۔

"کیا ـــ ؟"

"کچھ بھی ـــ "

"اِس وقت — ؟"

"تو کیا ہوا — ؟"

"دس بج رہے ہیں ....."

"ابھی تو رات پڑی ہے ...."

وہ چپ رہا۔

"دیکھیے نہ .... چاند ....."

"نیند آ رہی ہے —"

"نہیں کچھ باتیں کیجیے ...."

"کیا باتیں کروں — ؟" اُس کے لہجہ کی جھلّاہٹ کو محسوس کر کے وہ ایک لمحہ کے لیے اُداس ہو گئی۔

"کچھ بھی ..... بچپن کا ہی کوئی واقعہ سنائیے ...."

"ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے۔ ؟"

"میں سناؤں — ؟" سینے کے بال کو اُس نے آہستہ سے کھینچا۔

"اُف —!" اُس کے منھ سے نکلا۔

وہ ہنسنے لگی۔

"لائٹ آف کر دو ...." اُس نے پھر کہا۔

"اف وہ ... " وہ بیزاری سے بولی۔

تب اُس نے خود اُٹھ کر روشنی گُل کی۔

وہ ایک ٹک کھڑکی سے چاند کو تکنے لگی .... دفعتاً اپنی پشت پر اس کے کھُردُرے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے وہ اُس کی طرف مڑی۔

"چاند کا عورت سے ایک رشتہ ہے ...."

"کیسا رشتہ ....؟"

"وہی جو سمندر سے ہے ...."

وہ چُپ رہا۔

"وتسائن منی کہتے ہیں کہ چاند عورت کے بدن میں چلتا ہے ...."

وہ اس پر جُھک آیا۔

"ذرا سنئے تو ...."

"کیا ہے ــ ؟" اس نے ناگوار لہجہ میں کہا۔

"کچھ باتیں کیجئے ...."

"پھر وہی باتیں ...."

"میں چاہتی ہوں آپ پیار بھی کیجئے ... باتیں بھی کیجئے .... پھر پیار کیجئے ...."

اِس بار اس کے بدن کو اُس نے ڈھکنے کی کوشش کی تو وہ پھر مزاحمت میں بولی۔

"آپ ہمیشہ عجلت میں ہوتے ہیں ...."

"تم ہمیشہ اسی طرح بولتی ہو ...." اس کا لہجہ کچھ زیادہ ہی ترش تھا۔

اور پھر وہ اس کی طرف متحرک ہوا تو اُس نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اِس دوران وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکی کہ وہ اس کے نازک احساسات کا بھی پاس نہیں رکھتا ہے۔

اُس نے اداسی سے سوچا کہ کاش وہ اُس کو پہلے باہوں میں بھر کر آہستہ سے چومتا اور پھر کہتا۔

"میں بتاؤں .... تمہارے بدن میں اِس وقت چاند کہاں ہے ....؟"

تب وہ ہنس کر کہتی۔

"بتائیے ...."

اور اس کی انگلیاں تھرکتیں .... لب و رخسار پر .... گردن پر .... چھاتیوں پر .... یہاں ہے چاند .... یہاں ہے .... یہاں .... پھر پیٹ .... پھر ناف .... پھر .... اور وہ

بناوٹی غصہ سے اُس کا ہاتھ جھٹکتی۔

"آپ اُتر آئے شیطانی پر....."

تب وہ اپنی بانہوں میں اُس کو زور سے کستا اور طویل بوسہ لے کر کہتا۔

"لو..... تم نے ہی پوچھا کہاں ہے چاند تو ...."

لیکن کتنی عجلت میں ہے وہ ..... جیسے وارڈروب میں کچھ ڈھونڈ رہا ہو..... اس کا عمل میکانکی ہے..... اور وہ کچھ بھی تو محسوس نہیں کر رہی ہے..... نہ رینگتی چیونٹیوں کا جال... نہ مند مند چنگاریاں سی ..... نہ سانس کے زیر و بم میں فرق ..... نہ ضم ہونے کا احساس... جیسے وہ الگ سی شئے ہے..... استعمال ہونے کی شئے ..... آہ وہ کس طرح حرکت میں ہے.... لیکن وہ اس طرح کیوں سوچ رہی ہے.....؟ وہ رجوع کیوں نہیں ہوتی .... وہ اس کا رفیق حیات ہے..... کس طرح اُس نے جست لگائی تھی ..... وہ بے حد مین لی ہے....

تب ایک بار اُس نے اس کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں اور خود کو ندی کی لہروں میں محسوس کرنے کی کوشش کی..... وہ اس دوران حرکت میں تھا..... پھر آہستہ آہستہ وہ بھی خود کو آتشیں لمحوں کی گرفت میں محسوس کرنے لگی تھی..... اس کے سینے سے لگ جانے کی اس نے وہی دیرینہ سی خواہش محسوس کی..... تب اس کو لگا وہ آہستہ آہستہ ندی کی طرف بڑھنے لگی ہے۔ ..... اور اب اترے گی ..... کہ اترے گی .....

اچانک ہی وہ رُک گیا تھا اور پھر متحرک نہیں رہ گیا تھا..... تب وہ ادھ مُوندی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھے بغیر نہیں رہ سکی تھی..... پھر وہ کروٹ بدلنے لگا تو سرشاری کی یہ کیفیت اس کو زائل ہوتی محسوس ہوئی ..... اُس نے پوری طرح آنکھیں کھولیں... ایک بار اُس کو دیکھا.... اور پھر اس کی پیٹھ سے لگ کر آنکھیں بند کر لیں ..... آتشیں لمحوں کی اِس جادو فشانی میں وہ خود کو اس سے الگ کرنا نہیں چاہ رہی تھی..... لیکن اس نے ہاتھ پیچھے کر کے اس کو پرے کرنے کی کوشش کی تو اس کو یکایک ٹھیس سی لگی..... اُس نے

چونک کر آنکھیں کھولیں .... اور تب وہ اس احساس سے گذرے بغیر نہیں رہ سکی تھی کہ اِس عمل میں وہ اس کا حصہ نہیں تھی .... وہ الگ سی چیز تھی جس کا اس نے استعمال کیا تھا ...... وارڈروب کی طرح .... نقارچی کے ڈھول کی طرح ..... تب اُس نے پوری طرح آنکھیں کھولیں ..... وہ اب زمین پر تھی اور وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا ...... اور وہ چت لیٹی چھت کو گھورنے لگی تھی ......

دوسرے دن اُس کی نیند خلاف معمول کچھ سویرے کھُل گئی۔
وہ چہل قدمی کر کے واپس آ گیا تھا اور اب جوتوں میں پالش کرنے بیٹھا تھا۔ اس کو دیکھ کر مسکرایا۔
"آج سویرے اُٹھ گئی ہو....."
"کل رات بُرے سپنے آتے رہے....."
"وہ کیا۔؟"
"دیکھا ریت میں دھنسی کھڑی ہوں....."
"تم اپنی عادتیں بدلو....."
"مثلاً۔"
"دیر سے اُٹھنا..... مارننگ واک بھی نہیں کرتیں....."
"وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔"
"کیوں۔۔۔؟"
"صبح کی نیند بہت پیاری ہوتی ہے.... پھر مریضوں کے درمیان میں چل نہیں سکتی..... بوڑھے اور ناتواں لوگ....
"جوان اور تنومند بھی ٹہلتے ہیں۔"
"وہ اتھلیٹ ہیں جو صبح صبح دوڑ لگاتے ہیں.... ان کا ایک مقصد ہے۔"
"تمہارا بھی تو کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔"
"میرا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔؟"
"یہی کہ صحت بنے گی....."
وہ ہنسنے لگی۔

"اِس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔؟" اس نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"یہ تو مستقبل میں جینا ہوگا..... میں صرف حالیہ لمحوں میں جیتی ہوں۔"

وہ چُپ رہا۔

"میں مارننگ واک اِس لئے نہیں کروں گی کہ صحت بنے گی.... میں مارننگ واک اِس لئے کروں گی کہ صبح کی فضا کو جی سکوں.... ان لمحوں کا لطف لے سکوں.... اگر دھوپ ہے تو دھوپ ہے.... اگر بارش ہے تو بارش ہے...."

اس نے پالش کی ڈبیا کھولی اور تھوڑی سی پالش برش کے کونے پر لگائی۔

"لائیے.... میں کردوں۔" وہ بستر سے اُٹھ کر اُس کے قریب بیٹھ گئی۔

"میں اپنا کام خود کرتا ہوں۔" اس کا لہجہ تُرش تھا۔

"آپ کا کام میرا کام ہے۔" وہ خوش دلی سے بولی۔

"یہ میرا روٹین ورک ہے.... اس لئے مجھے ہی کرنا چاہئے...."

"یہ بھی اصول ہے۔؟"

"بالکل۔"

وہ خاموشی سے اس کو پالش کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ وہ اکڑوں بیٹھا تھا۔ اس نے برش کو جوتے پر دو تین بار زور سے رگڑا۔ اِس طرح اس کا سارا جسم ہلنے لگا۔

"دیکھتی ہوں آپ کو ہر کام میں عجلت ہے۔" وہ مسکرائی۔

"میں ایک منٹ سے زیادہ پالش میں نہیں لگاتا۔" وہ بھی مسکرایا۔

وہ اب دوسرے جوتے پر پالش رگڑ رہا تھا۔ پھر اس نے جوتوں کی جوڑی ملائی اور ایک طرف شیلف پر رکھ کر کھڑا ہوگیا۔

اُس کو چائے کی طلب محسوس ہوئی لیکن کچن میں جانے کا اس کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔ چائے تنہا ہی پینی پڑتی۔ صبح وہ چائے پیتا نہیں تھا۔ چائے خود سے بنا کر پیو اس سے زیادہ

اس کے لئے کوفت کی بات کوئی اور نہیں تھی۔

ایک اچٹتی سی نظر اس نے کتابوں کے شیلف پر ڈالی۔ پھر ایک کتاب نکال کر الٹ پلٹ کر دیکھا پھر شیلف میں رکھ کر کچن میں گھس گئی۔

ناشتہ کے دوران وہ زیادہ تر خاموش رہی .... لیکن ایک نامعلوم سی خلش کا احساس اس کو ہو رہا تھا.... ایک نادیدہ سی چبھن .... اس کو لگا شاید کچھ ایسی ہی چبھن وہ بھی محسوس کر رہا ہے۔

پاپا کے یہاں جانے کے لئے اُس نے کپڑے تبدیل کئے۔ پھر شیلف سے اُس کے جوتے اُتارنے لگی تو اس نے ٹوکا۔

"یہ والا نہیں ـــ"

اس نے جواب میں مڑ کر اُس کی طرف دیکھا۔

"وہ .... براؤن رنگ کا ہاف شو...."

"کیا اس میں بھی کسی اصول کو دخل ہے ـــ"

"یہ جوتا صرف باہر آنے جانے کے لئے استعمال کرتا ہوں اور وہ بلیک شو صرف دفتر کے لئے ہے۔"

"اور مارننگ واک کے لئے ـــ ؟"

"وہ کینوس کا ـــ"

وہ جوتے شیلف پر رکھنے لگی تو اُس نے پھر ٹوکا۔

"اِس جگہ نہیں.... سب سے آخیر میں رکھو ...."

"کیوں ـــ ؟"

"تم ترتیب بگاڑ دیتی ہو ...."

"اب جوتوں کے ساتھ کیا ترتیب ہے ...؟" وہ چڑھ گئی۔

"کیوں نہیں ہے.... ؟ میں ترتیب کبھی نہیں بگاڑتا۔ جس کی جو جگہ ہے اُس چیز کو وہیں ہونا چاہئے.... ہر چیز کی ایک جگہ ہے.... ہر چیز کے استعمال ہونے کا ایک وقت ہے۔ .... میں اندھیرے میں بھی چھو کر بتا سکتا ہوں کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہے...."

پھر شیلف کی طرف دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"لگتا ہے تم نے کتابوں کو بھی ہاتھ لگایا ہے۔"

"کیوں — ؟"

"یہ کتاب یہاں نہیں تھی —"

"پھر کہاں تھی — ؟"

"یہ اِس کتاب کی بغل میں تھی...." وہاں سے کتاب نکال کر وہ ایک موٹی جلد والی کتاب کی بغل میں رکھتے ہوئے بولا۔

"آپ پڑھتے بھی ہیں یا صرف ترتیب کا ہی خیال رکھتے ہیں — ؟" وہ واقعی چڑھ گئی۔

"ترتیب ضروری ہے —" اس نے خشک لہجہ میں جواب دیا۔

وہ خاموش رہی۔

راستے میں بھی وہ خاموش رہی۔ وہ بھی چُپ چاپ گاڑی چلاتا رہا۔ اِس دوران اس نے محسوس کیا کہ وہ نادیدہ سی چبھن بڑھ گئی ہے۔ اس نے کنکھیوں سے ایک دو بار اس کی طرف دیکھا۔ اس کو لگا اس کے چہرے پر بھی یقیناً ایک تناؤ ہے۔ تب اس کیفیت کو زائل کرنے کے لئے وہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف مخاطب ہوئی۔

"کیا سوچ رہے ہیں — ؟"

"کچھ نہیں —"

"کچھ تو ضرور سوچ رہے ہیں —"

وہ مسکرایا۔

"میں تمہاری طرح فلسفی نہیں ہوں ...."

"میں آپ کو فلسفی لگتی ہوں۔؟"

"تم مجھے بیوقوف لگتی ہو۔"

"ہا ہا ہا ....." وہ یکایک زور سے ہنس پڑی۔ اور اس طرح ہنستے ہوئے اس کو محسوس ہوا کہ یہ ہنسی اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی اور چند ساعت پہلے جو ایک پھیکا پن اس کے اندر دھند کی طرح پھیل رہا تھا یکایک زائل ہو گیا ہے۔ وہ چہک کر بولی۔

"میں چاہتی ہوں آپ اسی طرح باتیں کیجئے ...."

"کیوں ۔ ؟"

"آپ کی جھنجھلاہٹ میں کتنی اپنائیت ہے ..."

وہ چُپ رہا۔

"واہ ! مزہ آگیا ..... اُس نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا۔

اِس بار جواباً وہ بھی مسکرایا۔ اس کی یہ مسکراہٹ اس کو دل آویز لگی

وہ پاپا کے یہاں پہنچے تو پاپا اسٹڈی میں تھے۔ گاڑی کی آواز سُن کر باہر آئے۔ سر کے خَم سے انہوں نے دونوں کے سلام کا جواب دیا۔

پاپا اس کو اداس اور کمزور لگے۔

"سفر کیسا رہا ..... ؟"

"پہلے آپ بتائیے .... آپ کیسے ہیں ؟"

"بھلا چنگا ہوں۔"

"نہیں پاپا .... آپ اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتے .... !"

"میں ٹھیک ہوں۔ کٹھمنڈو کیسا لگا ۔ ؟"

"شہر خوبصورت ہے۔ لیکن میں زیادہ انجوائے نہیں کر سکی ۔ ؟"

"کیوں ۔۔ ؟"
"بیمار تھی ۔۔"
"تو تم کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے ۔۔"
"مجھے کچھ نہیں ہوا ہے .... لیکن آپ ۔۔"
"یہ بتاؤ کیا کیا دیکھا ۔ ؟"
"تین دن میں کیا کیا دیکھتی ۔۔ ؟"
"دھولی کھیل گئی تھی ...."
"اوہ! ونڈرفل ...."
"پوکھرا ۔۔ ؟"
"پوکھرا جانے کا موقع نہیں ملا ۔۔"
"تم نے مس کیا ۔۔"
"ہاں پاپا ۔۔"
"آپ کو شہر کیسا لگا ۔ ؟" پاپا اس سے مخاطب ہوئے ۔
"جگہ اچھی ہے ۔۔"
"پاپا .... آج خود میں آپ کے لئے کھانا بناؤں گی ۔۔"
"خانساماں ہے ۔ تم کیوں تکلیف کرتی ہو ۔۔"
"نہیں پاپا .... چھٹی کے دن آپ میرے ہاتھ کا بنا کھائیں گے ..."
وہ کچن میں جانے لگی تو پاپا نے روکا ۔
"کیا کرتی ہو ۔۔ ؟"
"کیوں ۔۔ ؟"
"تمہاری ابھی مہندی بھی نہیں سوکھی ہے ...."

"میں اپنے گھر میں روز کام کرتی ہوں ۔"

"وہاں کر سکتی ہو ۔"

"اور یہاں ۔ ؟"

پاپا خاموش ہو گئے ۔ ان کی آنکھیں آبدیدہ تھیں ۔

"آؤ تمہارے کمرے میں بیٹھتے ہیں ....."

وہ اوپر آئے ۔ اس نے ایک بار چاروں طرف دیکھا ۔ کمرے کی ہر چیز اس کو اداس اور دھند میں ڈوبی ہوئی لگی ۔ شیلف پر کتابیں .... لکھنے کی میز .... وارڈروب .... کونے کی میز پر چھوٹا سا ٹی ۔ وی .... اور اس کے قریب ربر پلانٹ کا گملا .... گملے کی مٹی گیلی تھی ..... اس نے گملے کی طرف اشارہ کیا ۔

"پاپا .... پانی آپ ہی دے رہے ہیں ....."

"ہاں .... میں چاہتا ہوں تمہاری ہر چیز تروتازہ رہے ۔"

اس نے کھڑکی کھولی ۔ بوگن والا کی ایک شاخ جو کھڑکی تک چلی آئی تھی پٹ کے کھلنے سے ایک بار ہل کر رہ گئی ۔ ایک بار اُداسی سے اس نے ندی کی طرف دیکھا ۔ دھوپ کی روشنی میں ندی کا پانی اسی طرح جھلملا رہا تھا ۔ مچھوارے جال پھینک رہے تھے اور گھاٹ کے کنارے بجلی کی لاش بھٹی کی تعمیر کا کام زور شور سے چل رہا تھا ۔ عمارت لنٹل کی سطح تک اُٹھ آئی تھی .... ایک لمحہ کے لئے اس نے سوچا کہ پتہ نہیں مردہ گھر کتنا اونچا اُٹھے گا .... اُس نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ تعمیر مکمل ہونے پر اس کی چھت کہیں اتنی اونچی تو نہیں اُٹھ جائے گی کہ ندی کا وہ حصہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گا ۔ . .

"تمہاری تھیسس کا کیا حال ہے ۔ ؟" پاپا نے پوچھا ۔

"اب کام شروع کروں گی ۔" وہ پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی ۔

کچھ دیر بعد پاپا نیچے چلے گئے ۔ ان کے ساتھ وہ بھی اتر گیا ۔ وہ کرسی کھینچ کر بالکنی میں

بیٹھ گئی اور ریلنگ پر رخسار ٹیک دیئے۔

اس نے آج تک نہیں پوچھا کہ بھیس کا کیا حال ہے...؟ اُس نے اُداسی سے سوچا اور آنکھیں بند کرلیں.... اُس کا بدن آہستہ آہستہ کانپنے لگا اور وہ کہرے کی دبیز تہوں میں ڈوبنے لگی.... دفعتاً اُس کو محسوس ہوا وہ کائی جمی دیوار سے لگ کر کھڑی ہے اور وہ پاس ہی کہیں پیٹھ موڑ کر بیٹھا ہے...... اس نے دیوار کے اُس پار جھانکنے کی کوشش کی جہاں الاؤ روشن تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی حرارت کو محسوس کرنا چاہا.... لیکن دیوار اس کو اونچی لگی.... اس کو حیرت ہوئی کہ درمیان میں دیوار کیسے حائل ہوگئی....؟ تب آگے بڑھ کر اس نے ایک بار اس کو چھُوا تو وہ پرے کھسک گیا.... اس نے حسرت سے الاؤ کی طرف دیکھا.... اس کو لگا یقیناً اس کی حرارت کم ہونے لگی ہے اور کائی جمی دیوار سے ٹیک لگائے رہنا جیسے اس کا مقدر ہے.....

"کھانا لگ گیا ہے ۔!"

اُس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور سامنے ملازم کی طرف دیکھا اور کرسی سے اُٹھ گئی۔

کھانے کے بعد وہ لان میں بیٹھ گئے۔ پاپا باغبانی سے متعلق اس کو بتانے لگے۔ وہ اُن کی باتیں دلچسپی سے سن رہا تھا۔ اِس طرح اس کا دلچسپی سے سننا اس کو اچھا لگا اور حیرت بھی ہوئی۔ پھر اُس نے اُٹھ کر کچھ پھولوں کا معائنہ بھی کیا۔ گلاب کے ایک پودے کے پاس وہ کچھ دیر کے لئے رُکا تو اُس نے ایک لمحہ کے لئے سوچا کہ کیا عجب اگر وہ ایک پھول توڑ کر اس کے بالوں میں لگادے.... اِس خیال سے اُس نے ایک جھرجھری سی محسوس کی اور کرسی کی پُشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں.... ڈھلتی دوپہر کی زرد روشنی بند پپوٹوں میں سرمئی دھند کی طرح پھیل گئی.... وہ اِسی طرح آنکھیں بند کئے پڑی رہی.... آہستہ آہستہ اِس دھند میں گہرا سناٹا گھلنے لگا.... ان کی بات چیت کی آواز اس کو دور سے آتی ہوئی معلوم پڑ رہی تھی.... اُس کو لگا جیسے یہ آوازیں خواب میں سنائی پڑ رہی ہیں.... اُس نے

آنکھیں کھولیں۔ یوکلپٹس کی شاخ ہوا میں آہستہ آہستہ ہل رہی تھی اور ڈھلتی دوپہر میں اس کا سایہ کچھ اور سمٹ آیا تھا۔ کچھ دیر لان میں چہل قدمی کے بعد وہ اس کے قریب آکر بیٹھا تو وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"میں نے سمجھا شاید آپ پھول توڑ کر میرے بالوں میں لگائیں گے۔۔۔۔"

وہ چُپ رہا۔

اتنے میں چائے آگئی۔

"آپ ۔۔ ؟"

اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ پاپا ربر پلانٹ میں پانی دے رہے تھے۔ ہاتھ دھونے کے بعد وہ کرسی پر آکر بیٹھ گئے۔

چائے کے بعد وہ گھر کے لئے روانہ ہونے لگے تو پاپا انہیں الوداع کہنے گیٹ تک آئے۔

راستے میں وہ ایک بُک اسٹال پر رُکی۔ کار سے اتر کر وہ اسٹال میں آئی۔ کچھ کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ ایک دو رسائل خریدے۔ اِس درمیان وہ کار میں ہی بیٹھا رہا۔ اس نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے رویّہ سے اس کو محسوس ہوا جیسے وہ گھر جلد پہنچنا چاہتا ہے۔ رسائل خریدنے کے بعد کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک بار آسمان کی طرف دیکھا۔ کالے بادل مغربی کناروں پر گھر آئے تھے۔ ہوا میں خنکی گھلی ہوئی تھی۔ شام اس کو بے حد خوبصورت لگی۔ وہ بے ساختہ بول اُٹھی۔

"کتنی خوب صورت شام ہے ۔ کیوں ۔ ؟"

اس نے جواب میں آسمان کی طرف دیکھا۔

"چلئے کہیں لانگ ڈرائیو میں۔۔۔۔"

"اِس وقت ۔۔ ؟"

"تو کیا ہوا ۔۔؟"

"دیر ہو جائے گی ۔"

"میں اس وقت گھر میں بند ہونا نہیں چاہتی ۔"

"کھانا ۔۔؟"

"مون لائٹ میں کھالیں گے ۔ کبھی کبھی ریستوراں میں بیٹھنا اچھا لگتا ہے ۔"

"لگتا ہے تم ہمیشہ ہوٹلوں میں کھاتی رہی ہو ۔" اس کا لہجہ کچھ تُرش تھا ۔

"موڈ کی بات ہے ۔ پاپا کے ساتھ میں اکثر وہاں جاتی رہی ہوں .... مون لائٹ کی فضا بہت رومانی ہے .... مدھم روشنی میں مدھم سروں میں بجلتی ہوئی موسیقی کے درمیان ایک نیم تاریک گوشے میں بیٹھ کر ہلکے ہلکے کافی کی چسکیاں لینے کا اپنا ایک لطف ہے ..... آج کی شام کچھ ایسی ہی شام ہے ...."

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی ۔

"یہ میرے اصول کے خلاف ہے ۔"

اور اس کو لگا جیسے وہ اندھے آئینے میں اپنا عکس ٹٹولنے کی کوشش کر رہی ہے ۔

"میں بے مقصد ہوٹلوں میں نہیں بیٹھتا ..... میں ہوٹل اسی وقت جاتا ہوں جب پارٹی رکھی گئی ہو .... یا ساتھ میں کوئی مہمان ہو یا کوئی ایسا دوست جس کو انٹرٹین کرنا ضروری ہو ۔"

"میں بھی تو آپ کی دوست ہوں ...." وہ مسکرائی ۔

"تم میری بیوی ہو ۔"

"کیا بیوی دوست نہیں ہو سکتی ۔۔؟"

وہ چپ رہا ۔

"چلئے نہ پلیز ....."

"کہاں چلوں ۔۔؟"

"لانگ ڈرائیو میں .... نہیں تو ریستوراں ہی چلیے .... بس کافی پی کر چلے آئیں گے۔"

اُس نے گاڑی ریستوراں کی طرف موڑ دی۔

ریستوراں پہنچ کر اس نے ہال میں ایک بار طائرانہ نظر ڈالی۔ اتّفاق سے کونے والی میز خالی مل گئی۔

"اتوار کو یہاں کافی رَش رہتا ہے...." وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں یہاں پہلی بار آیا ہوں۔"

"اچھی جگہ ہے۔ مدھم روشنی کے قمقمے عجیب تاثر پیدا کرتے ہیں۔"

بیرا مینو لے کر آیا تو وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

"آپ کیا لیں گے...؟"

"کچھ بھی۔" اس نے بے دلی سے کہا۔

"کوئی سوفٹ ڈرنک منگواؤں۔؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

اس نے سنیکس کے ساتھ ایک کافی اور ایک تھمس اَپ کا آرڈر دیا۔ اس طرح آرڈر دیتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے اُس نے سوچا کہ یہ کام تو خود اس کا تھا.... اس کو ہی پوچھنا چاہئے تھا کہ کیا لوگی؟ اور پھر وہ اس کی پسند کے سنیکس منگواتا اور ریستوراں کی مدھم روشنی میں کافی کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے وہ ایک دوسرے کی طرف ہنستی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے رہتے.... لیکن کتنی بے دلی سے اس نے کہا تھا.... "کچھ بھی...." شاید یہاں آنے کو وہ تضیع اوقات سمجھ رہا ہے....

مدھم سروں میں ایک مغربی دُھن بجنے لگی تو وہ بے ساختہ بول اُٹھی۔

"آہ .... یہ جاز کی دُھن ہے.... بیتھوین کی انگلیوں میں جادو تھا...."

"پاپا کو یہ دُھن بہت پسند ہے۔"

"کیا خاص بات ہے اِس میں ۔۔ ؟"

"یہ دھن جادو اس وقت جگاتی ہے جب کمرے میں ہلکے سبز رنگ کی روشنی جل رہی ہو..... ہر طرف گہری خاموشی میں بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے سینے..... روح کی گہرائیوں میں آہستہ آہستہ اُترتی ہوئی موسیقی.... ایسا لگتا ہے آدمی لہروں کے ساتھ چل رہا ہے۔"

"تم مجھے فلسفی لگتی ہو۔۔"

"میں زندگی کو اس کی اصلیت میں جینا چاہتی ہوں....."

"زندگی میں اصول ضروری ہیں۔۔"

"اصول ۔۔ اصول کا مطلب ایک محدود دائرے میں جینا ہے جب کہ زندگی اپنے دامن میں ایک وسیع کائنات رکھتی ہے۔ اصول کی عینک سے ہم زندگی کا حسن نہیں دیکھ سکتے۔ اصول کی عینک سے ہم صرف اپنے عقائد کا حُسن دیکھتے ہیں.... اصول اور روایت میں ہم اپنے کو محفوظ سمجھتے ہیں..... تحفظ کا یہ احساس در اصل ہمارے عدم تحفظ کا ہی احساس ہے جس سے ہم لاشعوری طور پر گذرتے رہتے ہیں....."

"اس کا مطلب ہے بے قاعدہ اور بے اصول زندگی گذاری جائے...." اس کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

"ہٹایئے.... کوئی اور بات کریں۔ میں اتنی اچھی شام برباد کرنا نہیں چاہتی...."

وہ خاموش رہا۔

اس نے ایک بار غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کو لگا وہ ایک قسم کے تناؤ سے گذر رہا ہے۔ بیرے نے سنیکس کی پلیٹ لاکر رکھی۔ تناؤ ختم کرنے کے ارادے سے وہ اسکی طرف سنیکس کی پلیٹ بڑھاتی ہوئی بولی۔

"لیجئے نہ...."

اس نے خاموشی سے ایک ٹکڑا منھ میں ڈالا۔

"موسیقی اچھی ہے نہ..... ؟"

"ہوں —" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"میں بتاؤں — ؟"

"کیا — ؟"

"موسیقی کا مطلب سُر کی آواز نہیں ہے....."

"پھر کیا ہے — ؟" اس کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"موسیقی کا مطلب خاموشی ہے... جو دو سُروں کے بیچ میں ہوتی ہے.... دو تاروں کے چھیڑے جانے کے درمیان جو گیپ ہوتا ہے.... جو وقفہ ہے.... اس کا نام موسیقی ہے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ اس کو ہنستا ہوا دیکھ کر وہ چہکتی ہوئی بولی۔

"کیوں — ؟ میں غلط کہہ رہی ہوں — ؟"

"بالکل صحیح فرما رہی ہو —"

"میں نے دھولی کھیل میں کچھ ایسی ہی موسیقی سنی تھی۔"

"اس سناٹے میں — ؟"

"آپ اس کو سناٹا کہتے ہیں — ؟"

"مجھے تو ڈر لگنے لگا تھا۔"

"ہاں... ایسا ہوتا ہے! گہری خاموشی میں آدمی کا باطن سامنے آنے لگتا ہے۔ اندر خوف ہے تو خوف محسوس ہوگا.... اندر موسیقی ہے تو موسیقی سنائی دے گی...."

وہ چُپ رہا.... پھر وہ بھی خاموشی سے کافی کی ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگی۔ بل چکانے کے بعد وہ باہر آئے تو شام گہری ہو گئی تھی۔ اِکّا دُکّا تارے نظر آنے لگے تھے۔ کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا..... لیکن اِس بار وہ کچھ بولی نہیں.....

راستے میں بھی وہ خاموش رہی اور وہ بھی چپ چاپ گاڑی چلاتا رہا۔

گھر پہنچ کر اُس نے کپڑے تبدیل کئے۔ کھانے کے بعد وہ ٹی۔وی۔ پر کوئی سیریل دیکھنے لگا اور وہ بستر پر لیٹ کر لاؤ تسے کی "تاؤتے کنگ" کی ورق گردانی کرنے لگی۔ دفعتاً اس کو خیال آیا کہ دس بج چکے ہیں اور کمرے میں آتے ہی وہ روشنی گل کرنے کو کہے گا... اور وہی ہوا تھا... کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس نے.... وہ جھنجلا گئی تھی لیکن اس نے پھر خود پر قابو پا لیا تھا اور خوش دلی سے بولی تھی۔

"کیا پڑھنے کی اجازت نہیں ہے...؟"

"اُس کمرے میں چلی جاؤ۔"

"آپ جو یہاں ہیں!" اس نے اپنی باہیں اس کی گردن میں حائل کر دیں۔

"مجھے تو اس وقت سونے کی عادت ہے" وہ چپ رہی۔

"صبح سویرے پڑھا کرو... پڑھنے کے لئے بہترین وقت ہے...."

"اس قت تو درسی کتابیں پڑھی جاتی ہیں"

"کتاب کوئی بھی ہو۔ پڑھنے کا وقت وہی ہے۔" وہ کروٹ بدلتے ہوئے بولا۔

وہ اس کی پیٹھ سے لگ گئی۔ اس کی سخت کھردری پیٹھ کا لمس وہ اپنی چھاتیوں پر محسوس کر رہی تھی۔ اِس طرح اس کی پیٹھ سے لگ کر سونا اس کو اچھا لگا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن وہ اس کو ہاتھوں سے آہستہ سے پرے کرتے ہوئے بولا۔

"پلیز ڈونٹ ڈسٹرب...."

اس کو کانٹا سا چبھ گیا.... اس نے آنکھیں کھولیں۔ ایک بار چھت کی طرف دیکھا اور چت لیٹ گئی.... اس کو لگا اس نے اس کو دھتکارا ہے.... ڈونٹ ڈسٹرب .... اس کو اپنی آنکھیں نمناک لگیں.... ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے ہوئے اس نے آنسوؤں

کو روکنے کی کوشش کی اور بستر سے اُٹھ گئی۔

ڈرائنگ روم میں روشنی جلا کر اس نے ایک بار اِدھر اُدھر دیکھا۔ تادتے کنگ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔ اِس طرح تو زندگی اجیرن ہو جائے گی .... صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس نے بے حد دُکھ سے سوچا .... لیکن وہ کیوں بستر پر ہی لیٹ کر پڑھنا چاہتی ہے ... اس کو اپنے آپ میں تبدیلی لانی پڑے گی .... اُس کو اِس ماحول میں اڈجسٹ کرنا پڑے گا .... اس کو اپنے پڑھنے کا کمرہ الگ کر لینا چاہئے .... اُس کی تھیسس بھی نامکمل ہے .... تھیسس کی طرف وہ ذہن مرکوز کرلے گی تو تلخی کم ہو جائے گی ورنہ اِس طرح تو ....

دفعتاً ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے اس کو محسوس ہوا جیسے وہ کسی مسافر خانے میں بیٹھی ہوئی ہے اور اس کمرے میں سویا ہوا وہ آدمی اس کے دور کا رشتہ دار ہے جس سے ابھی ابھی وہ رسمی گفتگو کر کے آئی ہے۔ اس کو یہ سوچ کر حقارت محسوس ہوئی کہ یہ شخص ٹھیک دس بجے سو جاتا ہے .... کاش وہ کبھی پوچھتا کہ کیا پڑھ رہی ہو تو وہ کیسا سرور محسوس کرتی .... کتابوں سے اس کی تھوڑی سی بھی دلچسپی ہوتی تو زندگی کا لطف دوبالا ہو جاتا .... رات دیر تک اس سے نت نئی کتابوں پر بحث کرتی۔ کبھی سائمن ڈی بوا، ورجنیا اولف اور وین گاگ کی باتیں کرتی .... کبھی اس کے سینے پر سر رکھ کر رسول حمزہ طوف کی نظموں کے بند سناتی کہ تم 'ہوا کو پھونک مار کر تیز نہیں کر سکتے اور یہ کہ آدمی کو زندگی میں دو ہی بار گھٹنے ٹیکنا چاہئیں' ایک چشمے سے پانی پیتے وقت اور دوسرے پھول توڑنے کے لئے .... کبھی تصوف پر باتیں کرتی .... کبھی صوفیوں پر .... کبھی یوگیوں پر .... کبھی لاماؤں پر کہ ان کے یہاں جسم لطیف کا کیا تصور ہے .... کس طرح جسم لطیف، سوکشم شریر اور آوٹ آف باڈی ایکسپیرینس ایک ہی دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں .... لیکن یہ تو کوئی مشینی آدمی ہے .... ایک روبوٹ جس میں پروگرام بھر دیئے گئے ہیں .... رات دس بجے سو جاؤ .... صبح پانچ بجے اُٹھ جاؤ ...... ساڑھے پانچ بجے مورننگ واک۔ چھ بجے جوتوں پر پالش .... چھ بج کر بیس منٹ پر غسل ...

۰... ۷ بجے ناشتہ ..... ۸ بجے دفتر .... آہ! وہ کس طرح اس رہگذر سے جڑ گئی جہاں ایک محدود دائرے میں گھومنا ہے.... اصول کے خول میں بند.... جہاں حقیقت کا کوئی عرفان نہیں ہے.... جہاں محض کنڈیشنڈ دماغ کا فرمان ہے کہ روشنی گل کرو.... لیکن اس سے یہ زندگی نہیں جی جائے گی.... وہ دوسرے کمرے میں ہی پڑھے گی.... صبح اُٹھ کر پڑھا کرو..... گویا ہوم ورک ہے کہ صبح سویرے کر لینا چاہیے...

کتاب ٹیبل پر رکھ کر وہ بوجھل قدموں سے اُٹھی اور ایک اُچٹتی سی نظر کمرے میں ڈالتی ہوئی بالکنی میں آئی۔ بالکنی کی سلاخوں سے لگ کر اس نے ایک بار باہر کی طرف جھانکا گاڑیوں کی آمد و رفت مدھم ہو گئی تھی لیکن چوک پر پان کی دکان ابھی بھی کھلی ہوئی تھی۔ آس پاس کی عمارتوں کے روزن ابھی بجھے نہیں تھے۔ پاس والے فلیٹ کے باتھ روم میں کلک کی آواز کے ساتھ روشنی ہوئی اور پھر بجھ گئی۔ اس نے اپنے چاروں طرف نظریں دوڑائیں... ایک لمحہ کے لئے اس کو لگا وہ کسی قیدی کی طرح سلاخوں کے پیچھے سے جھانک رہی ہے۔ بالکنی کے تینوں اطراف میں چھجے تک لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں جس سے کہنی کے بل نیچے جھانکا نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے سلاخوں سے سر ٹکا کر ایک بار اُداسی سے نیچے کی طرف دیکھا اور پیچھے ہٹ آئی.... بالکل پنجرہ لگتا ہے... آدمی شاید لاشعوری طور پر عدم تحفظ کے احساس سے گھرا ہوا ہے ورنہ تیسری منزل پر بھی بالکنی کو لوہے کی سلاخوں سے گھیرنے کی کیا تُک ہے...؟

وہ کمرے میں آ کر پلنگ پر لیٹ گئی۔ وہ اُسی کروٹ سو رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ ہمیشہ ایک ہی کروٹ سوتا ہے..... اُس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی... نیند میں بھی کروٹ نہیں بدلتا.... شاید اس میں بھی کسی اصول کو دخل ہو.... اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا.... وہ گہری نیند میں تھا۔ کمرے کی نیم تاریکی میں اس کا سویا ہوا جسم لوہے میں ڈھلے ہوئے بُت کی طرح لگ رہا تھا۔ اُس کے جی میں آیا اُس کو ہلا ڈلا کر دیکھے اُٹھتا ہے یا نہیں.... ناراض ہو گا.... شاید چیخنے لگے.... ڈسٹرب .... میں ڈسٹرب کرتی ہوں....

آہ .... آخر وہ کیوں اس کی پیٹھ سے لگ کر سونا چاہتی ہے .... شاید یہ بھی عدم تحفظ کا احساس ہے عورت کے لاشعور میں چھپا ہوا .... ہوا میں لس کی طرح موجود .... مرد کے سینے سے لگ کر سونے کی یہ دیرینہ خواہش آخر کس احساس کا پتہ دیتی ہے .... ؟ کیا عجب اگر وہ کروٹ بدلے اور اس کو اپنی باہوں میں بھر لے اور پھر خوابیدہ لہجے میں پوچھے .... ابھی تک جاگ رہی ہو .... اُف .... وہ کیسا محسوس کرے گی .... بالکل دھوپ دھوپ .... یا بالکل بارش بارش ..... لیکن وہ کیوں مڑے گا .... ؟ ہر بات کا اُس نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے .... وہ اس سے ایک انچ نہیں ہٹے گا .... وہ اس وقت اس سے باتیں کیوں کرنے لگا .... ؟ اس کو چاہئے وہ بھی سو جائے .... وہ اس کی طرف کروٹ بدل کر لیٹ گئی .... اس کو اپنی تھیسس مکمل کر لینی چاہئے .... کاش اس نے کبھی پوچھا ہوتا .... جو بھی ہو .... وہ اپنی پڑھائی شروع کرے گی تو تناؤ کم ہوگا .... پڑھائی .... وہ روبوٹ ہے .... کیا ہوتا ہے اوٹ آف باڈی ایکسپیرینس مسٹر روبوٹ .... کیا ہوتا ہے .... ؟؟ نیند سے اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں اور پھر وہ اس کے تھوڑا قریب کھسک گئی اور اس کی پیٹھ سے لگ کر سو گئی۔

صبح اس کی نیند خلاف معمول بہت سویرے کھل گئی۔ وہ چہل قدمی کے لئے نکلنے ہی والا تھا۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"کیوں ۔؟ آج پھر سویرے اُٹھ گئی ہو ۔؟"

وہ جواباً مسکرائی۔

"سوچتی ہوں آپ کے رنگ میں خود کو رنگ ڈالوں ۔"

"اچھی بات ہے ۔"

"بس صبح صبح بیڈ ٹی مل جائے تو بیڑہ پار ہے ...."

"بناؤ اور پیو ۔"

"یہی تو مشکل ہے۔"

"کیوں — ؟"

"بیڈ ٹی کا مزہ تو بیڈ پر ہے۔ آنکھ کھلی اور چائے حاضر...."

"یہ کام تمہیں خود کرنا پڑے گا۔"

"ایک بات کہوں۔"

"کیا — ؟"

"آپ صبح کی چائے شروع کردیجئے.... میں مارننگ واک شروع کر دیتی ہوں۔"

"صبح کی چائے چھوڑ دو.... نقصان دہ ہے.... !!"

"وہ تو یوں بھی چھوٹ جائے گی۔"

"کیوں — ؟"

"صرف خود کے لئے چائے بناؤ اور پیو... مجھے کوفت محسوس ہوتی ہے۔"

وہ جوتے کے تسمے باندھنے لگا۔ پھر اس نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

کچھ دیر وہ کہنی کے بل ہتھیلی پر سر کو ٹکائے لیٹی رہی.... پھر اُٹھی اور باتھ روم میں گھس گئی۔

وہ حسب معمول چھ بجے ٹہل کر واپس آیا اور جوتوں پر پالش کرنے لگا۔ پھر غسل کے لئے باتھ روم میں گھسا تو وہ گھڑی دیکھے بغیر نہیں رہ سکی۔ چھ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ کمال ہے۔ تضحیک آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس نے سوچا..... ۔ ناشتہ کے بعد وہ صوفے پر بیٹھ کر صبح کا اخبار دیکھنے لگا۔ اِس دوران وہ ہارلکس لیتا تھا۔ ہارلکس بنانے کے لئے وہ کچن میں گئی تو دیکھا شیشی خالی تھی۔

"ہارلکس نہیں ہے۔"

"کیوں — ؟ اس نے اخبار سے سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔

"ختم ہو گئی —"

"تو تم کیا کرتی رہتی ہو —" یکایک اس کا لہجہ خشک ہو گیا۔

وہ چُپ رہی۔

"تمہیں اتنا بھی خیال نہیں ہے کہ میں ناشتہ کے بعد ہارلکس لیتا ہوں؟"

"مجھے یاد نہیں رہا...."

"کیا یاد نہیں رہا... یہ کوئی بات ہوئی —؟"

"معمولی سی بات پر لال پیلے ہونے کی کیا ضرورت ہے —؟" اُس کو بھی طیش آ گیا۔

وہ غصہ میں ہی دفتر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ بھی کچھ دیر تک غصہ میں بیٹھی رہی۔ پھر اس نے امورِ خانہ داری کے سامانوں کو چیک کیا۔ ضروری لوازمات کی فہرست بنائی۔ کپڑے تبدیل کئے اور باہر نکل آئی۔ آگے موڑ تک وہ چہل قدمی کرتی ہوئی گئی۔ ڈپارٹمنٹل اسٹور سے ضروری سامان خریدے۔ پھر کچھ پھل اور مٹھائیاں لیتی ہوئی فلیٹ میں واپس آ گئی۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ گیارہ بجے تھے۔

کچن کا کام ختم کر کے وہ بالکنی میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ سوریا لوک کے قریب ٹریفک رُکی ہوئی تھی۔ ایک اسکوٹر کو کسی کار والے نے دھکا مارا تھا۔ دونوں بحث کر رہے تھے۔ غالباً دونوں ایک دوسرے کو قصوروار ٹھیرا رہے تھے۔ دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ وہ بالکنی میں بے مقصد ہی بیٹھی ہوئی ہے... وقت کاٹنا ہی جیسے اس کا مقصد ہے۔ اُس نے اداسی سے سامنے ربر پلانٹ کے گملے کی طرف دیکھا پھر گملے کو کھینچ کر کونے میں سرکا دیا جہاں دھوپ کم آتی تھی اور کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔ ایک لمحہ کے لئے اُس نے آنکھیں بند کیں تو اُس کو لگا اس کے ارد گرد خشک پتوں کا ڈھیر ہے اور اس کے اندر کوئی چیز جیسے پڑی پڑی مرجھانے سی لگی ہے.... اور تب وہ خود کو اسی نامعلوم سی اداسی کی گرفت میں محسوس کرنے لگی تھی لیکن اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی وہ

اُٹھ کر بیٹھ گئی اور ایک بار چاروں طرف دیکھا۔ ٹیبل پر رکھا ہوا ریڈیو اس نے ایک بار کھولا اور بند کیا۔ اُس کو لگا وقت اس بے کاٹے نہیں کٹ رہا ہے .... اس کو حیرت ہوئی کہ وہ ہمیشہ تنہا رہی ہے لیکن اس کیفیت سے کبھی دوچار نہیں ہوئی تھی۔ جب وہ پاپا کے ساتھ تھی تو اس کو تنہائی کا مطلق احساس نہیں ہوتا تھا.... لیکن اب جب کہ اس کا گھر بس گیا ہے تو وہ کتنی اکیلی ہو گئی ہے۔ وہاں تنہائی جیسے کمخواب میں لپٹی ہوئی تھی .... نرم اور گدازسی ..... جس کے مخملی لمس کو اُس نے روح کی گہرائیوں میں محسوس کیا تھا.... وہاں تنہائی ایک موسیقی تھی .... آہستہ آہستہ زینہ زینہ روح کی گہرائیوں میں اُترتی ہوئی .... تاروں کی روشنی میں جھلملاتا ہوا ندی کا پانی..... ہوا میں آہستہ آہستہ ہلتی ہوئی برگد کی شاخ .... سڑک پر موٹروں کا شور.... یہ سب اس مخملی تنہائی کا حصّہ تھے....

لیکن یہاں ..... اس نے حسرت سے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ..... یہاں تنہائی درودیوار پر چھپکلی کی طرح رینگتی ہے .... اپنی مکروہ انگلیوں سے اُس کا جسم ٹٹولتی ہوئی ..... اور وہ ..... اُس کا ہم سفر..... کس طرح پیٹھ موڑ کر الگ الگ چل رہا ہے ..... آہ! ..... وہ کس راہ پر گامزن ہو گئی ہے ...... دور تک خشک پتوں کا ڈھیر.... درختوں کی سوکھی ٹہنیاں ہیں.... اور اِن کے درمیان کسی مریض کی طرح کراہتی ہوئی ہوا.... آسمان میں پھوڑے کی طرح دُکھتا ہوا چاند.....

اُس نے تکیہ کو سینے پر رکھ کر آہستہ سے دبایا اور ایک بار چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا۔ ایک طرف شیلف کے نچلے خانے میں ترتیب وار جوتے رکھے ہوئے تھے ...... سب سے کنارے بھورے رنگ کا جوتا تھا اور اس کے بعد کینوس کا جس کو پہن کر وہ چہل قدمی کے لئے نکلتا تھا.... اس کے بعد کالے رنگ کا پمپ شو.... اس کے بعد چپلوں کی قطار تھی ..... درمیانی حصّہ خالی تھا جو سیاہ جوتے کا تھا جس کو پہن کر وہ دفتر جاتا تھا.... کتابیں بھی اسی ترتیب وار رکھی ہوئی تھیں .... اس نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا...

اس کو در و دیوار سے غیریت سی ٹپکتی ہوئی معلوم ہوئی۔ شیلف پر رکھی ہوئی بردیلی کی تصویر .... اس کو لگا یہ تمام چیزیں اس کے لمس سے گھبراتی ہیں .... اس کو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ انہیں چھو سکے .... ترتیب .... وہ ترتیب بگاڑ دے گی .... اس کے ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کو حیرت ہوئی کہ وہ ابھی تک اِس گھر کی کسی چیز سے مانوس نہیں ہو سکی۔ بلکہ پہلے پہل جب وہ پاپا کے ساتھ لنچ پر یہاں آئی تھی تو ان چیزوں میں ایک کشش تھی .... ایک تجسس تھا .... اور اب .... اب جب کہ یہ اس کا گھر ہے تو .... کیا یہ گھر ہے .... اِسی کو گھر کہتے ہیں .... یہ گھر ہے یا ریمانڈ ہوم ہے جہاں دونوں ایک دوسرے میں سدھار لانے کی کوشش کر رہے ہیں ....

اُس نے ایک عجیب سی بے چینی محسوس کی۔ اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی .... سب ٹھیک ہو جائے گا .... وہ آہستہ آہستہ اڈجسٹ کر لے گی .... وہ بھی اس کا رنگ قبول کرے گا .... لیکن کیا یہ ممکن ہے .... وہ سخت اور کھردرا ہے ... بندھا بندھایا ٹھوس اور جامد ... اس پر کوئی رنگ نہیں چڑھ سکتا .... خود اس کو اڈجسٹ کرنا ہوگا .... اڈجسٹ ... شاید اڈجسٹمنٹ ہی آدمی کا مقدر ہے .... لیکن وہ کس طرح اڈجسٹ کرے گی ... کیا رات دس بجے سو جائے گی اور صبح اُٹھ کر مارننگ واک کرے گی ... ؟ اور چائے کے بدلے ہارلکس پیئے گی۔ اُس کو اپنی بے چینی بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کچن میں آئی۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ گلاس میں پانی ڈھالا اور سامنے دیوار کو خالی نظروں سے تکتے ہوئے آہستہ آہستہ پانی کے گھونٹ لینے لگی .... دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ پورے فلیٹ میں وہ کسی آسیب کی طرح منڈلا رہی ہے .... اس کی زندگی کا جیسے اب کوئی مقصد نہیں رہ گیا ہے ... اس کو پیاس لگی بھی نہیں تھی .... اس نے بس یونہی پانی ڈھال کر پیا ہے ... اس کو حیرت ہوئی کہ واقعی اس وقت پیاس لگی بھی نہیں تھی پھر وہ کچن میں کیوں چلی آئی .... فریج میں بوتل رکھ کر وہ ڈرائنگ روم میں آئی اور جیسے تھک کر صوفے پر بیٹھ گئی ... ایک نظر

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ دو بج رہے تھے ... وہ آتا ہی ہوگا ... کیا وہ اس کا انتظار کر رہی ہے ... کیا اسی کو انتظار کہتے ہیں ... کوئی لذّت نہیں ہے ... کوئی کرب نہیں ہے ... ایک اکتاہٹ ہے ... ایک اُوب ہے ... وہ اس کا انتظار نہیں کر رہی ہے ... وہ دو بجنے کا انتظار کر رہی ہے ... وہ لنچ کے لئے آئے گا ... وہ ایک پتی ورتا بیوی کی طرح اس کو کھانا کھلائے گی۔ پھر وہ دفتر چلا جائے گا اور وہ ہر روز کی طرح پھر شام کا کھانا بنائے گی .... ٹھیک ۹ بجے وہ کھانا کھائے گا ... ساڑھے نو بجے کا نیوز سنے گا ... اور دس بجے روشنی گل ... !

یکایک کال بیل بج اُٹھی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ہارلکس کی شیشی تھی۔ اس کے ہاتھ سے شیشی لے کر وہ شیلف پر رکھنا چاہ رہی تھی کہ اس نے ٹوکا۔

"یہ جگہ اس کی نہیں ہے ..."

"مجھے اس کی جگہ معلوم ہے ... میں وہیں رکھوں گی۔"

"پھر یہاں رکھنے سے کیا فائدہ ۔؟"

" ابھی آپ سے مخاطب تھی تو ایک منٹ کے لئے یہاں رکھ دیا تو کیا فرق پڑتا ہے۔؟" وہ بھنا گئی۔

"فرق تو پڑتا ہے ۔!" اس کا لہجہ اسی طرح سرد تھا۔

اُف ! عجیب شخص ہے ۔!" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور شیشی اُٹھا کر کچن میں چلی گئی۔

وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا۔

"کوئی سامان بھی آئے گا ۔؟"

"میں لے آئی ۔"

"اچھا ۔!" اس کے لہجہ میں حیرت تھی۔

"کیوں ۔؟ میں سامان نہیں لا سکتی ۔؟"

"یہ تو ایک کام کیا ہے تم نے ۔"

"میں آپ کو نکمی نظر آتی ہوں ۔" وہ مسکرائی ۔

وہ ہنسنے لگا ۔

کھانے کے دوران وہ خاموش رہی ۔ وہ بھی خاموشی سے کھانا کھاتا رہا ۔ اس نے محسوس کیا کہ کھانے کے وقت وہ زیادہ باتیں نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی تمام توجہ کھانے پر ہی رہتی ہے ۔

کھانا ختم کرنے کے بعد اُس نے دو تین گلاس پانی پیا ۔ پھر ڈکار لی اور کرسی سے اُٹھ گیا ۔ ڈکار کی آواز سے اس کو ہلکی سی کراہیت محسوس ہوئی ۔ اس نے غور کیا کہ کھانے کے دوران وہ پانی نہیں پیتا ہے بلکہ ایک ایک دانہ چبا کر کھاتا ہے اور کھانا ختم کرنے کے بعد کئی گلاس پانی پیتا ہے ۔ اس کو لگا یہ اس کے کھانے کا اصول ہے اور یقیناً یہ طریقہ اُس نے ہاجین کی کتابوں سے اختیار کیا ہے ۔

وہ ڈرائنگ روم میں ہلکی ہلکی چہل قدمی کر رہا تھا ۔ چہل قدمی کے دوران اس نے ایک دو بار اور ڈکار لی تو اس کو پھر کراہیت کا احساس ہوا ۔ اس نے ناگوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا ۔ وہ اب دانت میں خلال کر رہا تھا اور بیچ بیچ میں منہ سے تھو ... تھو ... کی آواز بھی نکال رہا تھا ۔ اس کے جی میں آیا ٹوکے لیکن پھر یہ سوچ کر چپ رہ گئی کہ یقیناً برا مان جائے گا ۔ تب وہ وہاں سے اُٹھی اور کمرے میں آکر لیٹ گئی ۔ ایک بار چھت کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں .... دفعتاً اس کو محسوس ہوا جیسے بے حد تیز جھکڑ چل رہے ہیں .... کمرے میں گرد بھر رہی ہے ... اور گرد سے اَٹے ہوئے کمرے میں وہ جیسے سانس لینے پر مجبور ہے ۔

اُس کے جانے کے بعد وہ دیر تک آنکھیں بند کئے پلنگ پر لیٹی رہی ۔ یکایک بادل گرجنے لگے اور بارش شروع ہو گئی ۔ اِس طرح بارش کا یکایک شروع ہو جانا اس کو اچھا لگا ۔ اس نے کھڑکی کھولی اور بارش کا منظر دیکھنے لگی ۔ ناگہاں اس کو بالکنی میں تار پر پسرے ہوئے

کپڑوں کا خیال آیا۔ وہ بالکنی میں آئی۔ بارش کے چھینٹے اندر تک آرہے تھے۔ اس نے جلدی جلدی کپڑوں کو سمیٹا اور کمرے میں آئی۔

یکایک کال بیل بج اٹھی۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ وہ بارش میں شرابور کھڑا تھا۔

"آپ تو بھیگ گئے۔" اس نے حیرت ظاہر کی۔

اُس کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس کا جوتا تک پانی سے بھیگ گیا تھا۔ سینے کے قریب قمیض کے بٹن کُھل گئے تھے اور بالوں کی ایک لٹ پیشانی پر جھول آئی تھی۔ پانی سے بھیگا ہوا وہ اس کو بے حد سادہ و معصوم لگا۔

"تولیہ لاؤ۔" اُس نے قمیض کے بٹن کھولتے ہوئے کہا۔

وہ تولیہ لے کر آئی۔ اُس نے جوتے اُتارے۔ تولیہ کو بدن میں لپیٹ کر پتلون اُتاری پھر میٹ پر پاؤں رگڑ رگڑ کر صاف کیا اور کمرے میں آکر وارڈروب سے سلیپنگ سوٹ نکال کر پہنا اور تولیہ سے بال خشک کرنے لگا۔

"چائے لاؤں۔" وہ بولی لیکن پھر اس کو خیال آیا کہ فوراً چائے پینا پسند نہیں کریگا۔

"ناشتہ کے بعد۔" اس نے کہا۔

وہ کچن میں گئی۔ سینڈوِچ تیار کیے۔ فریج سے مٹھائی نکالی اور ناشتہ کی پلیٹ اس کے ہاتھوں میں دے کر چائے بنانے میں لگ گئی۔

ناشتے کے بعد وہ چائے لے کر آئی اور اس کی بغل میں بیٹھ گئی۔ اسی دوران بارش تھمنے لگی تھی۔ اس نے ایک نظر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بادل چھٹ گئے تھے۔ شام اس کو بے حد سہانی لگی اور ایسے میں اس کے ساتھ اِس طرح اکٹھے بیٹھ کر چائے پینا بھی اس کو خوشگوار لگ رہا تھا۔ دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ اِس بھیگی ہوئی شام میں ایک مندمندی آنچ بھی ہے جو خنکی بھری ہوا کے جھونکوں کے ساتھ آہستہ آہستہ تیز ہورہی ہے۔ اُس کا دل یکایک مچل اُٹھا۔

"چلیئے نہ......"

"کہاں ــ؟" اُس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کہیں باہر چلتے ہیں ــ"

"بارش میں ــ؟"

"بارش تو چھٹ گئی ـ"

وہ چُپ رہا۔

"دیکھیے نہ .... شام کتنی تروتازہ اور دُھلی دھلی سی ہے...."

"کہاں چلوگی ــ؟"

"کہیں کُھلے میں بیٹھیں گے ــ"

کچھ توقف کے بعد وہ اُٹھا اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ اُس کو یہ محسوس ہوا کہ وہ بے دلی سے اُٹھا ہے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رُک گیا۔

"کیا ہوا ــ؟" وہ بولی۔

"دودھ والا تو اِسی وقت آتا ہے ــ"

وہ مسکرائی۔

"پڑوس میں دے دیگا ـ"

"کچھ دیر بعد چلیں تو کیا حرج ہے؟"

"شام گذر گئی تو پھر کیا مزہ آئے گا۔؟"

"کم سے کم کسی کو کہہ کر جانا چاہیے ـ"

"میں پڑوس میں بول دیتی ہوں ـ"

وہ بغل کے فلیٹ میں کہہ کر آئی۔ وہ نیچے اُترے۔

"میں ڈرائیو کروں گی ــ" وہ سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"لائیسنس رکھتی ہو ــ؟"

"آپ جو ہیں ۔"
راجندر موڑ سے گذرتے ہوئے اس نے گاڑی بائی پاس کی طرف موڑ دی۔
"اِدھر کہاں ۔"
"لانگ ڈرائیو ۔"
"یہ کوئی تُک ہے ۔"
"اس روڈ میں بھیڑ کم ہے ۔"
"آخر کہاں جا رہی ہو ۔ ؟"
"بس لانگ ڈرائیو ۔" وہ مسکرائی۔
وہ خاموش رہا۔
"ناراض ہو گئے ۔ ؟"
"گاڑی آہستہ چلاؤ ۔"
"کتنا مزہ آرہا ہے ۔ ؟" اُس نے رفتار اور تیز کردی ۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑنے لگے۔
وہ شیشہ اُٹھانے لگا۔
"رہنے دیجئے ۔"
"کیا پاگل پن ہے ۔ ؟"
"پھر مزہ کیا آئے گا ۔ ؟"
"تم میں ڈسپلین کی کمی ہے ۔"
"اِس میں ڈسپلین کا کیا سوال ہے ؟"
"کیوں نہیں ۔ ؟ گاڑی چلانے کا بھی ایک ڈسپلین ہے ۔"
"روڈ فری ہے اس لئے تیز ڈرائیونگ کا لُطف لے رہی ہوں ۔"
"حادثہ بھی تو ہو سکتا ہے ۔"
"ہاں ہو سکتا ہے ۔ !"
"پھر ۔ ؟"
"یہ لمحہ کیوں کھوئیں ۔ ؟"
پیچھے سے ایک ٹرک نے پاس کے لئے ہارن دیا۔

"آہستہ کرو۔" وہ تحکمانہ لہجے میں بولا۔

اس نے رفتار کم کردی اور ہاتھ سے ٹرک کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"آپ مرنے سے بہت ڈرتے ہیں۔"

"واپس چلو۔" اس نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"ذرا ندی تو دیکھ لیں....." وہ مسکرائی۔

وہ خاموش ہوگیا۔ اس نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات بہت واضح تھے۔

"دیکھئے.....اب میں گاڑی بہت آہستہ چلارہی ہوں۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

وہ چُپ رہا۔

"میں سلو ڈرائیونگ بھی اسی طرح انجوائے کررہی ہوں۔"

"یہ سب فضول باتیں ہیں۔"

"کیا۔؟"

"یہ فلسفہ جو تم بگھار رہی ہو۔"

"جینے کا یہی ڈھنگ مجھے بھاتا ہے۔"

"واپس چلو۔"

"آگے رانی گھاٹ ہے۔"

اس نے گاڑی دائیں طرف موڑ دی۔ گھاٹ کے قریب پہنچ کر گاڑی ایک طرف پارک کر کے وہ نیچے اُتری۔ ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان صاف اور نیلا تھا۔

"آئیے بیٹھتے ہیں۔" اُس نے گھاٹ پر بنی ہوئی سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

ندی کا پانی بہت بڑھ گیا تھا۔ گھاٹ کی آخری سیڑھی ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ بالکل کنارے

والی سیڑھی پر بیٹھ گئی۔ سارس کا ایک جوڑا پانی کے کنارے کنارے چل رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ سے اُڑا اور کچھ دور ریت میں دھنسی ہوئی ایک ناؤ پر بیٹھ گیا۔

"میں پاپا کے ساتھ یہاں آئی ہوں۔"

"مجھے تو کوئی خاص بات نظر نہیں آتی ۔"

تب اُس نے ایک بار اس کو غور سے دیکھا اور اداس لہجہ میں بولی۔

"کیوں ۔ ؟"

"یہ کوئی ٹورسٹ پلیس تو ہے نہیں ۔"

دفعتاً اس کو محسوس ہوا جیسے شام کا سرمئی رنگ آہستہ آہستہ بھدے سیاہ رنگ میں بدلنے لگا ہے۔

چند لمحہ توقف کے بعد وہ بولی۔

"کیا ٹورسٹ پلیس ہی آنے کی جگہ ہوتی ہے ...."

"میرا مطلب ہے کوئی سین ۔"

"ہے نہ ...."

"کہاں ۔ ؟"

"یہ جو ہے .... یہ ندی ...." وہ پراسرار انداز میں مسکرائی اور گھٹنے پر اپنے رخسار ٹیک دیئے۔

"واپس چلو ۔" اُس نے اکتائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

وہ چُپ رہی... اور پاؤں کی انگلیوں سے پانی کو ایک دو بار چھُوا۔

غڑپ غڑپ کی ہلکی سی آواز اُبھری اور ندی کی قل قل میں گھل گئی۔

"یہاں کیا رکھا ہے ۔ ؟" وہ پھر جھلائے ہوئے لہجہ میں بولا۔

"ذرا سنئے .... کیا کہہ رہی ہے ندی کی قل قل ...."

وہ ہنسنے لگا۔

اس کو لگا وہ یقیناً جھنجھلاہٹ میں ہنسا ہے۔ اس نے چپل میں پاؤں ڈالا اور کھڑی ہو گئی۔
ہوا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ اس کو ایک جھرجھری سی محسوس ہوئی۔ ایک بار آسمان کی طرف دیکھا۔
پرندوں کا ایک جوڑا واپس گھونسلے کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ شام گہری ہو چلی تھی۔

وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی ہوئی آہستہ سے بولی۔

"چلئے۔"

اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اس طرح ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر سرِ عام ساتھ ساتھ چلنا یقیناً اس کے اصول کے خلاف ہو گا۔

اس بار گاڑی خود وہ چلا رہا تھا۔ وہ بغل کی سیٹ پر تھی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر چہکنے لگی۔ تب اُس نے یہ کہتے ہوئے اُس کو ٹوکا تھا کہ گاڑی چلاتے وقت وہ زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتا ہے۔ اِس سے دھیان بٹ جاتا ہے.... پھر بھی اس کا موڈ خوشگوار تھا۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ اس کے کہنے پر وہ آج لانگ ڈرائیو کے لئے نکلا تھا۔ اِسی طرح وہ آہستہ آہستہ اُس کو اپنے رنگ میں رنگ لے گی۔

رات کا کھانا اس نے جلدی بنا لیا۔ کھانے کے بعد وہ پلنگ پر لیٹی تو بارش پھر شروع ہوگئی۔ اِس وقت بارش کا پھر سے شروع ہو جانا اس کو اچھا لگا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور بارش کے شور کو جیسے سننے کی کوشش کرنے لگی۔ یکایک ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور کھڑکی کا پردہ زور سے لہرا گیا۔ وہ کھڑکی بند کرنے لگی تو لہراتا ہوا پردہ اس کی گردن سے لپٹ گیا ہوا میں برف گھلی ہوئی تھی۔ اس نے جھرجھری سی محسوس کی۔ پردے کو گردن سے الگ کیا اور کھڑکی بند کرکے پھر پلنگ پر لیٹ گئی۔

دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ ہوا کی خنکی میں مدھم مدھم آنچ سی ہے جو اس کی رگ و پے میں سرایت کر رہی ہے۔ وہ ایک مخمور سی انگڑائی لیتی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایک نظر اس نے لاونج کی طرف دیکھا جہاں وہ ٹی وی پر کوئی سیریل دیکھ رہا تھا۔ دس بجے آئے گا.... اس سے پہلے نہیں.... اس نے پھر انگڑائی لی۔ اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ اس کو محسوس ہوا کہ اس وقت اس کا پڑھنے کا موڈ نہیں تھا.... کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اس وقت اس کی طلبگار تھی..... وہ اپنی اس کیفیت پر مسکرائی۔ اس کو لگا واقعی اس وقت چیونٹیاں اس کے قریب جال سا

بُن رہی تھیں اور وہ جیسے بستر پر اس کے آنے کی متمنی تھی .....

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں آیا۔ آتے ہی اُس نے روشنی گُل کی اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

"یعنی دس بج گئے — ؟" اس نے شوخی سے پوچھا۔

"کیوں — ؟"

"آپ نے روشنی گُل کی ...."

"یہ تو روز کا معمول ہے —"

"اِسی لئے تو کہتی ہوں دس بج گئے ..."

وہ خاموش رہا۔ وہ اس کی طرف کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ وہ خاموشی سے لیٹا تھا۔ پھر اس نے اپنی انگلیاں چٹخائیں۔ ایک دوبار ناک کریدی اور پھر پیٹھ گھما کر لیٹ گیا۔

کچھ دیر وہ بھی خاموشی سے لیٹی رہی۔ پھر اس نے آہستہ سے اپنے پاؤں کو جنبش دی۔ اس کے پاؤں کی انگلیاں اس کے تلوے سے مس ہو گئیں ..... کچھ دیر اس نے اپنے پاؤں کو اسی پوزیشن میں رکھا .... اس نے اپنے ہاتھ کو بھی اِس طرح حرکت دی کہ اس کی انگلیاں اس کے کولھے کو چھونے لگیں .... لیکن وہ اب بھی اس کی طرف مخاطب نہیں ہوا تھا۔ کچھ دیر وہ اسی طرح لیٹی رہی پھر اس کی پیٹھ سے لگ کر پوچھا۔

"سو گئے — ؟"

"اونہہ —" اس نے آہستہ سے اس کو پرے کرنا چاہا۔

"ڈسٹرب کرتی ہوں کیا — ؟" اس کا لہجہ بھی خوش گوار تھا۔

"سونے دو پلیز ....." اس نے اس کا ہاتھ زور سے جھٹک دیا۔

اور اس کی آنکھوں میں ادھ جلی لکڑیوں کا دھواں تیر گیا۔ اس کو اپنے آپ سے بے حد نفرت محسوس ہوئی .... آخر وہ کیوں اس کو راغب کرنا چاہتی تھی .... جب وہ جانتی تھی کہ رات دس بجے کے بعد وہ آنکھیں کھُلی نہیں رکھ سکتا تو اس کو اس طرح مخاطب کرنے کی

کوشش کیوں کی....؟ کیا واقعی وہ اس کی قربت کی اتنی ہی خواہاں تھی....؟ ایک روبوٹ کی قربت کی جس کا ہر عمل میکانکی ہے.... جس کا فطرت سے کوئی رشتہ نہیں ہے....

وہ غصہ میں اُٹھی اور ڈرائینگ روم میں آکر بیٹھ گئی.... اِس شخص کے پاس جذبات نہیں ہیں.... کس طرح اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا.... ڈسٹرب.... آہ.... میں ڈسٹرب کرتی ہوں.....

یکایک وہ اُٹھی اور پاپا کو فون لگایا۔ پاپا نے خیریت پوچھی تو اس کا گلا رُندھ گیا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بتایا کہ وہ اب تھیسِس کا کام مکمل کرنا چاہتی ہے۔ وہ اس کی تمام کتابیں یہاں بھیج دیں۔ پاپا نے کہا کہ سنیچر کے دن وہ خود اس کی کتابیں لے کر آئیں گے....

تب یہ سوچ کر اس کو راحت ملی کہ اب وہ پڑھائی شروع کرے گی تو تناؤ کم ہوگا.... ورنہ وہ جی نہیں سکے گی....

کاش وہ اس کو سمجھ پاتا تو ابھی حالات کچھ اور ہوتے.... وہ اپنے اصولوں میں جیتا ہے تو ٹھیک ہے.... کیا فرق پڑے گا....؟ لیکن کم سے کم وہ اس کے لطیف احساسات کا تو پاس کرے.... اس میں جمالیاتی حِس کا حد درجہ فقدان ہے۔ کس طرح وہ بیٹھ گھا کر سوجاتا ہے.... کتنا کنڈیشنڈ ہے وہ.... پاولو کے کتے کی طرح.... صرف گھنٹی کی آواز پہچانتا ہے.... بھوک کی شدت نہیں.... گھڑی میں دس بجے اور نیند کا غلبہ شروع.... کوئی اگر گھڑی کی سوئیوں کو آگے کھسکا دے تو کیا ہو....؟" گھڑی کے کانٹوں کو جب دس پر دیکھے گا تو اونگھنا شروع کردے گا.... یہی ہوتا ہے.... اصول کی پابندی آدمی کو کنڈیشنڈ بناتی ہے.... اس کو حقیقت کا عرفان حاصل نہیں ہوتا.... وہ زندگی کو اس کی فطری وسعت میں نہیں جی پاتا.... وہ سیل رواں میں بہہ نہیں سکتا.... اس کو سہارا چاہئے.... اصول اور عقائد کے بھاری پتھر کا سہارا.... وہ اس پر ٹکنا چاہتا ہے.... وہ میکانکی سطح پر جیتا ہے.... کس طرح وہ سوگیا اس وقت.... کاش وہ اس کو سمجھ سکتا.... لیکن وہ بھی تو اس کو

سمجھ نہیں سکی.... حیرت ہے وہ اس سے کیسے بندھ گئی...؟ پاپا نے بھی پتہ نہیں اس کو کس طرح ریڈ (Read) کیا....؟ شاید ان دنوں وہ زندگی کے بے حد کمزور لمحوں سے گذر رہی تھی.... پاپا کی آنکھوں میں بھی فرض سے سبکدوش ہونے کا اضطراب جھلکتا تھا... شاید آدمی زندگی کے کمزور لمحوں میں ہمیشہ غلط فیصلہ کرتا ہے.... اس نے یقیناً ایک غلط فیصلہ کیا اور اب اِس کا خمیازہ ساری عمر بھگتنا ہے.... لیکن کیا وہ لمحہ ایک جھوٹ تھا... جب اس نے چیتے کی طرح جست لگائی تھی.... ایک مرد کو اور کیسا ہونا چاہیے... اُن لمحوں میں وہ ویسا ہی تھا جیسا ایک مرد ہو سکتا ہے.... آہ.... پھر کبھی اس نے اس طرح اس کو اپنی باہوں میں نہیں جکڑا.... وہ لمحہ اگر اس کی زندگی میں نہیں آتا تو یہ دن بھی اس کی زندگی میں نہیں آتے.. یقیناً وہ اسی لمحے میں اس سے بندھی اور اب وہ لمحہ سوہانِ روح بنتا جا رہا ہے...!

اس کو ایک عجیب سی بے چینی کا احساس ہوا۔ وہ صوفے سے اُٹھ گئی۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ پانی پیا اور پلنگ پر آکر لیٹ گئی۔ بارش پھر شروع ہو گئی تھی۔ وہ بے خبر اسی کروٹ سو رہا تھا.... دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ بارش کی ٹپ ٹپ کسی مریض کی کراہ کی طرح کمرے میں گونج رہی ہے.... وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ میز سے کتاب اٹھا کر ڈرائینگ روم میں آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

کتاب کے ورق الٹتے ہوئے اس نے سوچا کہ ابھی کچھ بگڑا نہیں ہے... ابھی شروعات ہے... سب ٹھیک ہو جائے گا.... آہستہ آہستہ وہ اس کو کتابوں سے رغبت دلائے گی... اس میں جمالیاتی حس پیدا کرنے کی کوشش کرے گی.... وہ اس کو بتائے گی کہ پھولوں کو آہستہ سے چھونے میں کیا اسرار چُھپا ہے.... اور یہ کہ دُھند آدمی کے اندر بھی پھیلتی ہے.... اور تاروں پر دوڑتے بھاگتے بارش کے قطروں میں آدمی کا بچپن چھپا ہوتا ہے.... لیکن کیا جمالیاتی حس پیدا کرنے کی چیز ہے.... آدمی کی داخلیت میں جس کے بیج نہیں ہیں کیا انہیں تعلیم و تربیت سے پیدا کیا جا سکتا ہے....؟ نہیں ــ ایسا کچھ نہیں ہوگا....

وہ بے کار آس لگائے بیٹھی ہے .... وہ ٹھس اور بے حس آدمی ہے ... اس کے پاس اصول ہیں ... جذبات نہیں .... اس کا اصول ہے کہ دس بجے سو جائے گا .... دس سے سوا دس نہیں بج سکتے .... آہ .... وہ اس کو کس طرح اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ کس طرح بیٹھ گھما کر سو یا رہا .... ! پھر اس کو یہ سوچ کر حیرت ہوئی کہ کیا سچ مچ وہ اس وقت اس کی طلب گار تھی .... آخر یہ میٹھی میٹھی سی آنچ .... کیا ہوا اگر وہ اس پر جھک آئے .... ؟ واقعی اگر وہ بستر سے اُٹھ کر اس کے پاس آجائے اور اس کی زلفوں کو آہستہ سے پرے کرتے ہوئے پوچھے .... کیا پڑھ رہی ہو .... ؟ اُف .... اور اگر وہ اس کے لب چوم لے اور بولے .... جانِ من .... کچھ مجھے بھی سناؤ .... تو شاید وہ بھی اس کے گلے میں اپنی باہنیں حمائل کر دے ....

اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹیک لئے اور آنکھیں بند کر لیں .... اس کو لگا وہ اس پر جھک آیا ہے اور . اس کے لب درخسار پر بوسے ثبت کرنے لگا ہے ....

وہ صوفے پر تھوڑا سکڑ کر بیٹھ گئی .... اس کی سانسیں کچھ تیز چلنے لگی تھیں .. بوسے کے تصور سے وہ اپنے بدن پر رینگتی چیونٹیوں کا لمس محسوس کرنے لگی ... اس کو لگا وہ اپنے کھردرے ہاتھوں سے اس کی چھاتیاں سہلا رہا ہے ....

"دیکھئے .... اس طرح صوفے پر ...."

"تو کیا ہوا — ؟ اپنا گھر ہی تو ہے ...."

"سنئے تو .... رسول حمزہ طوف کیا کہتے ہیں .... ؟"

"کیا کہتے ہیں — ؟"

"کہتے ہیں دھند پہاڑ کے آنسو ہیں —"

"واہ ! کیا بات ہے — !"

"ہے نہ .... اور سنئے —"

"اب چھوڑو بھی..... "

"نہیں سنئے..... "

"اور کیا سنوں ــ؟ "

"اور یہ کہ پانی جب ٹخنے ٹخنے ہو تو جامہ کو گھٹنے تک مت اٹھاؤ..... "

"میری جان ــ" وہ اس کے کانوں میں پھسپھسایا۔

"کچھ باتیں بھی کیجئے..... "

"نہیں..... صرف پیار کروں گا ــ"

"پیار بھی..... باتیں بھی..... "

وہ اور سمٹ گئی اور سر گھٹنوں میں دے دیئے..... آہستہ آہستہ اس کے بدن پر رینگتی ہوئی چیونٹیوں کا جال کسنے لگا..... وہ اس کے لمس کو صاف محسوس کر رہی تھی۔ اس کی سانسیں اور تیز ہوگئیں..... اِس دوران اس کو لگا کہ اس کا وہی رویّہ تھا جیسا وہ چاہتی تھی۔..... وہ عجلت میں نہیں تھا..... وہ آہستہ رو تھا..... وہ باتیں بھی کر رہا تھا..... پیار بھی کر رہا تھا..... کہ دفعتاً..... ایک ہاتھ بڑھا کر اس نے کھڑکی کھولی تھی..... اس کے رخسار سے اپنے رخسار ٹکا کر چاند کی طرف دیکھا تھا..... تب اس نے بھی اپنی موندی ہوئی آنکھیں کھولی تھیں اور وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ کسی میکانکی عمل سے نہیں گذر رہا تھا بلکہ اس وقت دونوں ہی فطرت سے ہم آہنگ تھے اور تلذذ کے پُراسرار لمحوں میں ان کا رشتہ اصلی اور ازلی تھا.....

دوسرے دن وہ سو کر اٹھی تو اس کی طبیعت کچھ بھاری تھی۔ کوئی کام کرنے کا اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن اس کے لئے ناشتہ بنانا بھی ضروری تھا۔ طوعاً کرہاً وہ اٹھی اور ناشتہ بنانے میں لگ گئی۔

اس کے دفتر جانے کے بعد وہ مضمحل سی پلنگ پر لیٹی رہی۔ اس نے دانتوں میں برش تک نہیں کیا تھا۔ یکایک کسی نے کال بیل بجایا..... کچرے والا ہوگا..... اس نے سوچا۔

بستر سے اُٹھ کر وہ دروازے تک آئی اور کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ اخبار والا تھا۔ اخبار کے ساتھ اس نے بل بھی دیا۔ ایک اچٹتی سی نظر اُس نے اخبار پر ڈالی اور پھر ایک طرف رکھ دیا۔

گھنٹی پھر بجی۔ اس بار کچرے والا تھا۔ کچن سے اس نے کچرے کا ڈبہ اٹھایا اور باہر رکھ دیا۔ دروازہ بند کر کے وہ پھر پلنگ پر لیٹ گئی۔

اِس طرح کیسے کٹے گی....؟ اس طرح....؟ اس کو چاہئے کہ اپنے آپ کو سنبھالے.. اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ نو بجے تھے.... پورا دن گذارنا کتنا مشکل ہے.....؟ اس نے بے بسی سے سوچا.... لیکن اس طرح کام نہیں چلے گا.... اور تب وہ یکایک ایک جھٹکے سے اٹھی اور دانتوں میں برش کرنے لگی.... غسل کے بعد اس نے ناشتہ کیا اور اخبار لے کر بیٹھ گئی۔ اس درمیان فون کی گھنٹی بجی تو اس نے ریسیور اُٹھایا۔ فون اس کا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ آج ضروری میٹنگ میں جا رہا ہے۔ گھر پر لنچ نہیں لے سکے گا۔ اسکی واپسی شام سات بجے ہوگی۔

ریسیور رکھتے ہوئے اس کو لگا وہ ایک طرح کی راحت محسوس کر رہی ہے۔ تب یہ سوچ کر اس کو حیرت ہوئی کہ واقعی اس کو راحت کا احساس ہوا ہے کہ چند ساعت کے لئے ہی سہی وہ ایک جھنجھٹ سے آزاد ہے... اس کے لئے کھانا بنانا اور پھر اس کا انتظار کرنا.... اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ دس بجے تھے... وہ شام ۷ بجے تک فری تھی... یہ نو گھنٹے اس کے اپنے تھے.... اس پر کوئی ذمہ داری نہیں تھی.... وہ آزاد تھی.... وہ اپنے لئے کھانا نہیں بھی بنا سکتی تھی.... وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی.... وہ بس چپ چاپ لیٹ کر ہی نو گھنٹے گذار سکتی تھی.... دفعتاً اس کو محسوس ہوا کہ اب اس سے وہ ایک فاصلہ سا محسوس کر رہی ہے اس لئے اِس وقت اس کا نہیں آنا ایک راحت کا سبب ہے.... اور وہ جتنا کھل کر جینا چاہتی تھی اب اتنی ہی بندھن کی زندگی جی رہی ہے اس لئے آزادی

کے یہ نو گھنٹے اس کو اتنے پیارے لگ رہے ہیں.... لیکن اس کے بعد تو وہ پھر اُسی تناؤ سے گذرے گی.... شام کا کھانا بناؤ... کھاؤ.... اور سو جاؤ.... نہیں.... وہ دس بجے نہیں سو سکتی.... یہ نہیں ہو سکتا.... وہ اپنی زندگی جئے گی.... کیوں نہیں وہ ٹیبل لیمپ جلالے ... لیمپ کو ٹیبل پر جھکا کر رکھے گی.... اس کی محدود روشنی میں وہ پڑھ سکتی ہے.... اور وہ ڈسٹرب بھی نہیں ہوگا... آہ.... میں ڈسٹرب کرتی ہوں.... خود اُس نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے ... وہ مجھے جیسے جی مارنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ اڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہے.... لیکن کیا یہ اڈجسٹمنٹ ہے.... کچھ وہ بھی تو اڈجسٹ کرے.... یہ اڈجسٹمنٹ نہیں ہے.... یہ موت کا عمل ہے.... وہ آہستہ آہستہ مر رہی ہے.... وہ اپنی داخلیت میں مر رہی ہے.... اس کے اندر بڑی پڑی کوئی چیز مرجھانے لگی ہے.... آہستہ آہستہ اس کی آزادی سلب ہو رہی ہے.... وہ اب حصار میں جی رہی ہے.... وہ رات پڑھ نہیں سکتی... کسی ریستوراں میں کافی نہیں پی سکتی... جاز کی دُھن نہیں سُن سکتی.... وہ قید ہے وہ اپنے ہی گھر میں قید ہے.... گھر... کیا یہ گھر ہے.... یہ ریمانڈ ہوم ہے.... وہ اُس کو اصول اور ضابطے بتا رہا ہے اور وہ اس کو کھُل کر جینے کی تلقین کر رہی ہے ۔ کس طرح وہ اصولوں کے خول میں مقید ہے.... کولھو کے بیل کی طرح عقیدے کی رسّی میں بندھا ہوا ایک محدود دائرے میں چکر کاٹ رہا ہے.... حیرت ہے وہ اس سے بندھ کیسے گئی.... ؟ جب اس نے سڑک پر اس کو حادثہ سے بچایا تھا تو یہ بات اس کے دل کو چھو گئی تھی... کتنی جواں مردی کا ثبوت دیا تھا اس نے... کتنا مین لی لگا تھا وہ اس وقت.... شاید عورت لاشعوری طور پر خود کو ہمیشہ غیر محفوظ سمجھتی ہے... اور اس وقت اس نے اس کا تحفظ کیا تھا اور دل میں اتر گیا تھا.... اس وقت وہ اس کے آئیڈیل پر پورا اترا تھا اس لئے بابا کے کہنے پر اُس نے فوراً حامی بھر لی تھی.... لیکن کیا واقعی وہ اپنی داخلیت میں اس سے بندھی ہوئی ہے... آخر وہ اب اس سے ایک فاصلہ کیوں محسوس کرنے لگی ہے.... ؟ وہ اگر اس کی محبت میں گرفتار ہوتی

تو دن اس کو پہاڑ سے نہیں لگتے ... وہ انتظار میں مست رہتی .... انتظار اس کو اچھا لگتا... کبھی پڑھتی.... کبھی کال بیل پر کان دھرتی.... کبھی گنگناتی.... کبھی نوٹس بناتی.... انتظار میں ایک مزہ آتا.... یہ انتظار نہیں ہے.... یہ اکتاہٹ ہے.... یہ اوب ہے.... یہ وقت کٹنے کا انتظار ہے.... اب کتنا وقت ہوا... ؟ اب کتنا... ؟ وہ بار بار گھڑی ہی دیکھتی رہتی ہے.... صحیح معنوں میں وہ گھر سے بندھی ہوئی نہیں ہے.... آج تک اس نے گھر کی سجاوٹ کی طرف توجہ نہیں دی.... وہ دیواروں پر اپنی پسند کی تصویریں تو آویزاں کر ہی سکتی تھی.... وہ بھلا کیا اعتراض کرتا.... لیکن یہ کام اس نے نہیں کیا.... ظاہر ہے اس گھر سے وہ لگاؤ محسوس نہیں کر سکی۔ شاید اس لئے کہ دل کی گہرائیوں سے وہ جڑ نہیں سکی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے اس دن اس کو حادثہ سے بچایا اور وہ اس سے بندھ گئی۔ یہ اس کا مقدر تھا۔ اس وقت اس کو اپنا آئیڈیل اس میں نظر آیا تھا.... لیکن کیا وہ اس کا آئیڈیل ہو سکتا ہے.... یہ گوشت پوست کا روبوٹ.... اصول اور عقائد سے کنڈیشنڈ ایک فرسودہ اور روایتی آدمی اس کا آئیڈیل کیسے ہو سکتا ہے.... ؟ وہ بس کمزور لمحوں میں ڈِچ کھا گئی.... اور اب سمجھوتہ پر مجبور ہے.... یہ ایک عام شادی شدہ عورت کا سمجھوتہ ہے.... وہ عام عورتوں کی بھیڑ میں شامل ہو گئی ہے... اور اب آہستہ آہستہ اپنی شناخت کھو رہی ہے.... اور یہی اس کا اضطراب ہے.... یہ سمجھوتہ کا کرب ہے.... وہ سمجھوتہ کرنا نہیں چاہتی اور سمجھوتہ اس کو کرنا پڑ رہا ہے۔

کیا واقعی وہ آہستہ آہستہ ایک عام عورت.... نہیں.... وہ اپنی زندگی جئے گی... اس کو چاہئے کہ اپنے آپ کو سنبھالے.... اس نے گھڑی کی طرف دیکھا گیارہ بجے تھے.... وہ کیوں نہیں کچھ دیر کے لئے باہر سے گھوم آتی ہے..... اس طرح پڑی پڑی سوچتی رہی تو سر میں درد ہو جائے گا.... لیکن کہاں جائے گی وہ.... ؟ کم سے کم وہ لائبریری تو جا ہی سکتی ہے....

تب وہ یکایک اٹھی، کپڑے تبدیل کئے اور فلیٹ سے باہر آئی۔ لائبریری زیادہ دور

نہیں تھی۔ وہ خراماں خراماں ادھر بڑھنے لگی۔ چوک سے گذرتے ہوئے اس نے ایک لمحہ کے لئے سڑک کے اس پار دیکھا جہاں وہ حادثہ ہوتے ہوتے بچا تھا... کس طرح وہ اس کے بازوؤں میں جکڑی ہوئی تھی.... وہ اس کی پسینے سے گیلی قمیض.....!

لائبریری پہنچ کر اس کو خیال آیا کہ وہ کارڈ بھول آئی ہے... بلکہ کارڈ تو پاپا کے یہاں ہی کتابوں کی الماری میں پڑا تھا۔ پھر بھی لائبریری میں بیٹھ کر وہ کچھ رسائل کی ورق گردانی کرتی رہی

وہ لائبریری سے نکلی تو دوپہر ہو چکی تھی۔ فلیٹ کی طرف جاتے ہوئے یہ سوچ کر اس کو الجھن محسوس ہوئی کہ صرف خود کے لئے ہی کھانا بنانا پڑے گا.... اس کے جی میں آیا کہ کسی ریستوراں میں دوپہر کا کھانا کھالے۔ لیکن اکیلے اس طرح کھانا اس کو عجیب لگا۔ اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ اور خراماں خراماں فلیٹ پہنچی۔

وہ دفتر سے شام کو لوٹا۔ رات کے کھانے کے بعد وہ حسب معمول بستر پر کتاب لے کر لیٹ گئی۔ ناگہاں اس کو خیال آیا کہ ٹھیک دس بجے سوجاتا ہے.... اس کو وحشت محسوس ہوئی۔ ... یہ تو عذاب ہے.... کوئی راہ نکالنی پڑے گی... کیوں نہیں وہ ٹیبل لیمپ جلالے.... لیمپ کی محدود روشنی میں وہ پڑھ سکتی ہے اور وہ اس طرح ڈسٹرب بھی نہیں ہوگا..... وہ اٹھی۔ تپائی پر لیمپ روشن کیا اور اس کو بستر کے قریب کھینچ لیا۔ لیمپ کے شیڈ کو جھکا کر دیوار کی طرف موڑ دیا۔ روشنی سرہانے کے قریب محدود ہوگئی۔ وہ بستر پر لیٹ گئی۔ تکیہ کو لیمپ کے قریب کھینچا اور "تادئے کنگ" کی ورق گردانی میں مصروف ہوگئی۔

وہ کمرے میں آیا تو اس کو لگا شاید اعتراض کرے گا۔ وہ بغل میں لیٹ گیا۔ وہ خاموشی سے کتاب کی ورق گردانی کرتی رہی۔ اس درمیان اس نے ایک بار کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ شہادت کی انگلی سے ناک کرید رہا تھا۔ اس کی یہ حرکت اس کو سخت بھدّی لگی۔ پھر ناک سے نکلی غلاظت کو اس نے ایک بار انگوٹھے سے چپچپا کر دیکھا اور پھر ہاتھ پلنگ کے نیچے لے گیا۔ یقیناً پلنگ کی پٹی میں پونچھ رہا ہے.... اُس نے

نفرت سے سوچا اور دوسری طرف سر گھما کر لیٹ گئی۔ وہ انگلیاں چٹخانے لگا۔ پھر اس نے منھ سے اخ اخ کی آواز نکالتے ہوئے ایک بھدّی سی جمائی لی تو اس کو غصہ آگیا..... اس کو لگا اس کے منھ سے نکلی ہوئی اخ اخ کی مکروہ آواز خود اس کے حلق میں پھنس گئی ہے۔ اس کو کراہیت کا احساس ہوا..... یہ شخص اِس طرح کیوں جمائی لیتا ہے.....؟ اس کو محسوس ہوا کہ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی ہے۔ تب ایک لمحہ کے لئے اس کو یہ سوچ کر عجیب لگا کہ اِس سے پہلے بھی اس نے ایک دو بار ناک کریدی ہے اور اکثر جمائی بھی لی ہے لیکن اتنی کراہیت اس کو پہلے محسوس نہیں ہوئی تھی.... کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اب لاشعوری طور پر اس کو قبول نہیں ہے....؟ یکایک اس نے روشنی گُل کر دی۔ وہ غصے سے اسکی طرف مڑی۔

"کیوں ــــ؟"

"تم جانتی ہو یہ میرے سونے کا وقت ہے۔"

اس نے غصہ میں دانتوں سے ہونٹ کاٹے۔

"تم دوسرے کمرے میں کیوں نہیں پڑھتی ہو ــــ؟"

"اب میں یہی کروں گی ــــ" اس کا لہجہ تیکھا ہوگیا۔

"تم جانتی ہو میں ڈسٹرب ہوتا ہوں۔"

"جانتی ہوں ــــ جانتی ہوں ــــ جانتی ہوں ــــ" وہ ہذیانی انداز میں چلائی اور بستر سے اُٹھ گئی۔ دوسرے کمرے میں آکر وہ پلنگ پر گر گئی۔ چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

دوسرے دن سنیچر تھا۔

پاپا نے اس کی تمام کتابیں بھجوا دیں۔ لیکن وہ خود نہیں آسکے۔ اس کے دفتر جانے کے بعد اس نے دوسرے کمرے میں ایک شیلف پر ساری کتابیں سجائیں اور دن بھر کمرے میں بیٹھ کر نوٹس بناتی رہی۔ اِس طرح اپنا ذہن پھر پڑھائی کی طرف مرکوز کرنا اس کو اچھا لگا۔ اس کا دفتر آدھے دن کا تھا۔ دفتر سے آنے پر اس نے خاموشی سے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور کچھ دیر اِدھر اُدھر کی رسمی باتیں کیں۔ اِس طرح باتیں کرتے ہوئے اس کو ایک دو بار لگا کہ شاید وہ اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کر رہی ہے.... ٹھیک ہے.... وہ اپنی سنجیدگی برقرار رکھنے کی کوشش کرے گی اور حسب ضرورت ہی گفتگو کرے گی۔ تب ہی وہ پڑھنے میں دل لگا سکے گی ورنہ خواہ مخواہ ہی ایک تناؤ سے گذرنا ہوگا۔

رات کے کھانے کے بعد وہ پھر اِسی کمرے میں آکر بیٹھ گئی۔ یہ اب ایک طرح سے اس کے پڑھنے کا کمرہ بن گیا تھا۔ وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکی کہ دس بجے سو جانے کے عذاب سے وہ دوچار نہیں ہے۔ وہ آرام سے اُس کمرے میں سو سکتا ہے اور وہ یہاں پڑھ سکتی ہے.... اور تب اس کو حیرت ہوئی کہ آخر وہ بیڈروم میں ہی پڑھنے پر کیوں مُصر تھی.... شاید اس لئے کہ شروع سے ہی بیڈ پر پڑھنے کی اس کی عادت رہی ہے.... یا شاید اس لئے کہ وہ اس کو ہر لمحے میں شریک رکھنا چاہتی ہے.... یہاں تک کہ صرف خود کے لئے چائے بنانا بھی اس کو گوارہ نہیں ہوا ہے.... شاید لاشعوری طور پر وہ اس کو اپنے وجود کا حصہ سمجھتی ہے .... لیکن خود وہ.... خود وہ اس کو ایک الگ سی چیز سمجھتا ہے تب ہی تو اس کا ہاتھ جھٹک دیتا ہے.... بستر پر اس طرح سوتا ہے جیسے وہ وجود نہیں رکھتی.... لیکن کیسا لگ رہا ہے....؟ اس وقت یہاں.... وہ جو اس طرح بیٹھی ہے تو کیا اگ[illegible] ا ہے

جیسے وہ ہاسٹل میں رہ رہی ہے .... یہ اس کا کمرہ ہے اور وہ وارڈن کا جہاں وہ پڑھ نہیں سکتی ....!

یکایک وہ دانتوں میں خلال کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو اس کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"چلو چہل قدمی کریں۔"

اس کے جی میں آیا کہہ دے مجھ سے نہیں ہوگا لیکن پھر چپ چاپ کرسی سے اٹھ گئی۔ وہ نیچے آئے۔ اس دوران وہ خاموش رہی۔ وہ بھی چپ رہا۔ چہار دیواری کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وہ چہل قدمی کرنے لگے اور تب وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکی کہ وہ اس کے ساتھ ایک دم میکانکی انداز میں چل رہی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے ساتھ خود وہ بھی ایک روبوٹ ہوتی جا رہی ہے جس کا ریموٹ اس کے ہاتھ میں ہے.... سوئچ دبایا۔۔ "چہل قدمی" اور وہ چہل قدمی کرنے لگی....

لیکن پھر یہ سوچ کر اس کو تسلی ہوئی کہ وہ ایسا دانستہ کر رہی تھی اور یہ دراصل اس کے غیر جمالیاتی رویّے کے خلاف ایک طرح کا احتجاج تھا اور احتجاج کی یہی صورت مناسب ہے کہ وہ چپ رہے اور حسب ضرورت ہی گفتگو کرے .... اور وہ جیسا کہے ویسا ہی کرے.... جیسے اس وقت وہ چپ چاپ ٹہلنے کے لئے آگئی.... یا پھر یہ کہ وہ آہستہ آہستہ اس کو اپنی طرف مائل کرے.... لیکن یہ فضول ہوگا.... اس پر کوئی رنگ نہیں چڑھ سکتا.. وہ اپنے اصول سے ہٹ کر کوئی بات گوارہ نہیں کرے گا.... اس سے اس قسم کی باتیں ہی فضول ہیں کہ "واہ کیا موسم ہے..." اور یہ کہ "بارش میں بھیگنے کا بھی لطف ہے..." یہ سب اس کے پلّے نہیں پڑنے کا۔ وہ اس کو تضیع اوقات سمجھے گا... مناسب یہی ہے کہ وہ خاموش رہے اور اس کے ساتھ میکانکی رویّہ رکھے... لیکن کیا وہ اس کے رویّہ کو محسوس نہیں کرے گا.... کیا وہ نہیں سمجھے گا کہ اس وقت جو وہ اس کے ساتھ بے چوں چرا چہل قدمی کر رہی ہے تو اس کے دل میں کوئی خلش ہے..

آخر اس قدر چہکنے والی عورت یکایک گُم کیوں ہو جائے گی .... ؟ نہیں .... اس میں اتنی سمجھ بھی نہیں ہے .... اس کا آئی۔کیو۔ اتنا شارپ نہیں ہے کہ وہ اس کے اس رویّہ کو احتجاج سمجھے.... بلکہ اس وقت وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا ہوگا.... ساری فکر صرف اس کو ہے .... اور دفعتاً اس کو اپنے آپ پر غصہ آگیا... آخر وہ یہ ناٹک کیوں کر رہی ہے... یہ اس کا مزاج نہیں ہے.... آخر اس طرح کب تک چلے گا... یہ شخص ایک دم ٹھس ہے... اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کیا بات ہے... ؟ اتنی چُپ چُپ کیوں ہو؟ وہ خواہ مخواہ سوانگ رچ رہی ہے اس کو چاہئے کہ فوراً اپنے کمرے میں واپس جائے۔

اس کو محسوس ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ غصہ سے بھرنے لگی ہے۔ تب وہ پوچھ بیٹھی۔

"آپ ہر روز تو اس وقت نہیں ٹہلتے.... ؟"

"نہیں ـــ"

"پھر آج کیوں ـــ ؟"

"آج سنیچر ہے...."

اس کو ہنسی آگئی۔ اس کو لگا اس کی سنجیدگی رفع ہونے لگی ہے۔

"کیا یہ بھی اصول ہے ـــ ؟"

"کھانا ہضم ہو تو بہتر ہے ـــ"

"عجب گاودی آدمی ہے ـــ" اس نے غصہ سے سوچا۔ اس کے جی میں آیا پوچھے یہ کوئی مذہبی فریضہ ہے کہ سنیچر کی رات کھانے کے بعد چہل قدمی کی جائے... اس کو یاد آیا کہ سنیچر کے دن ہی کٹھمنڈو سے لوٹی تھی اور اس دن بھی اس نے چہل قدمی کے لئے اصرار کیا تھا۔

اس کا غصہ اندر ہی اندر بڑھنے لگا۔ آخر وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"میں اب تھک گئی ہوں۔"

"چلو ـــ" وہ آہستہ سے بولا۔

وہ اوپر آئے ۔ وہ واقعی تھک گئی تھی اور کمرے میں آتے ہی بستر پر لیٹ گئی ۔ وہ بھی روشنی گل کر کے بغل میں لیٹ گیا ۔ کمرے میں مدھم روشنی والا بلب جل رہا تھا ۔ وہ اٹھ کر پڑھنے کے کمرے میں جانا ہی چاہتی تھی کہ وہ اس کی طرف رجوع ہوا .... لیکن اس وقت اس کے کھردرے ہاتھوں کا لمس اس کو غیر ضروری لگا اور ایک لمحے کے لئے وہ یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکی کہ کل جب وہ اس کی واقعی طلبگار تھی تو وہ پیٹھ موڑ کر سو یا رہ گیا تھا ۔ تب اس کے ہاتھوں کو اُس نے پرے کرنا چاہا لیکن اس نے گرفت سخت کر لی اور سلیپنگ گاون کے بٹن کھولنے لگا ۔ پھر ایک دو بار اس نے گردن ہلا کر اس کے دو چار بوسے لئے تو اس کا یہ انداز اس کو بھدّا اور میکانکی معلوم ہوا ۔ اس کے ہونٹوں کے لمس میں وہ کوئی حرارت محسوس نہیں کر سکی ۔ تب کمرے کی زرد روشنی میں اس نے ایک بار اس کو غور سے دیکھا ۔ وہ اس کے پستان کو ہاتھوں میں لے کر طرح طرح کی شکلیں بنا رہا تھا ۔ کبھی ہونٹوں کو دانتوں سے بھینچتا ... کبھی ہونٹوں سے دائرہ سا بناتا .... کبھی آنکھیں بند کرتا .... کبھی آنکھیں کھولتا .... اس کا یہ عمل بھی اس کو میکانکی لگا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر لذت کی گراں باری کا شائبہ نہیں ہے بلکہ شعوری کوشش کا تناؤ ہے ۔ ... جیسے قدرت سے یہ عمل اس کو ودیعت نہیں ہوا ہے بلکہ اس نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس طرح عورت کا پستان ہاتھ میں ملے لو اور زور زور سے ....

اس کا دل نفرت سے بھر اُٹھا ۔ وہ اس کو اسی طرح عجلت میں معلوم ہوا ۔ پھر وہ اس کی طرف متحرک ہوا تھا لیکن تب بھی وہ کوئی آنچ محسوس نہیں کر سکی تھی یہاں تک کہ سانسوں کے زیر و بم میں بھی اس کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوا تھا ۔ وہ چُپ چاپ لیٹی اس کو تمام عمل سے گذرتا ہوا دیکھ رہی تھی اور تب وہ یکایک غصے سے بھر اُٹھی تھی .... اس کو لگا یہ ہم بستری نہیں ہے ... یہ اس کا ریپ ہے ....

پھر وہ رکا تھا اور متحرک نہیں رہ گیا تھا ۔ اس سے الگ ہو کر وہ چیت لیٹ گئی تھی اور وہ .....

وہ حسبِ معمول کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا اور وہ اسی طرح چت لیٹی چھت کو گھورنے لگی تھی... دفعتاً اس کو اپنا اس طرح چت لیٹے رہنا انتہائی ذلّت آمیز لگا... کسی شکست خوردہ آدمی کی طرح چاروں خانے چت لیٹ جانا جیسے اس کا مقدّر رہے اور وہ خود کسی فاتح کی طرح...

ہزار کوشش کے باوجود اس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے.... اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا اور سسک سسک کر رو پڑی۔

اس کے آنسو تھمے تو وہ اُٹھ کر پڑھنے کے کمرے میں آئی اور پلنگ پر لیٹ گئی۔ سونے کی کوشش میں اُس نے آنکھیں بند کیں تو وہ منظر نگاہوں میں گھوم گیا.... اس کو کراہیت کا احساس ہوا.... کس طرح گردن ہلا ہلا کر وہ بوسے لے رہا تھا... کیسی کیسی شکلیں بنا رہا تھا وہ... یقیناً یہ شعوری کوشش کا تناؤ تھا.... اس نے کتابوں میں پڑھا ہوگا... اِس طرح فور پلے کرو... عورت برانگیختہ ہوجائے گی.... احمق.... ہر عورت اپنے جسم میں الگ مرکز رکھتی ہے.... وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرو.... یہ تو سمبھوگ ہے.... برابر کا بھوگ.... لیکن یہاں تو وہ ادھوری ہے... بھوگ میں اس کی میکانکی حرکتیں ہیں.... اس کی عجلت ہے۔ .... کھر... کھر... کھر...... جیسے کتّا ناخن سے زمین کوڑتا ہے.... ڈھن... ڈھن... ڈھن.... الماری کے پٹ کھولے... کپڑے کی تہوں کو الٹ پلٹ کیا... ڈھن سے الماری بند کی اور پیٹھ گھمالی.....

اس نے تکیہ کو بغل میں دبایا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ پھر بے حد اداسی سے اس نے سوچا کہ وہ کس طرح پیٹھ گھما کر سو جاتا ہے.... کاش وہ سمجھ سکتا کہ مرد کے سینے سے لگ کر سونے کی دیرینہ خواہش عورت کی جبلّت میں ہے۔ آتشیں لمحوں کی سرشاری میں وہ خود کو مرد سے الگ کرنا نہیں چاہتی.... لذّت کی گراں باری کا سلسلہ آخری لمحوں کے بعد بھی جاری رہتا ہے.... وہ تب بھی لہروں میں ڈوب اور ابھر رہی ہوتی ہے.... وہ نہیں سمجھتا کہ یہ عمل بہت جادوئی ہے... پوری طرح ضم ہوجانا اس کا تقاضہ ہے... عورت کی آنکھیں

اندھیرے میں بھی بند رہتی ہیں .... وہ اردگرد کے ماحول سے بالکل بے تعلق ہوجانا چاہتی ہے .... یہاں تک کہ مرد کے وجود سے بھی .... اپنے وجود سے بھی .... یہ ضم ہونے کا احساس ہے .... تب ہی وہ یہ نہیں محسوس کرتی کہ وہ کوئی الگ سی چیز ہے .... استعمال ہونے کی چیز ہے .... وہ نہیں جانتا کہ عورت کے سارے بدن سے لہریں اٹھتی ہیں .... گرتی ہیں .... لہریں ندی کے پاٹ کا حصہ ہوتی ہیں .... طوفان کی زد میں اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ لہروں سے بنی ہے .... جسم کی وادیوں میں گم ..... لیکن آہ! وہ کس طرح کروٹ بدل لیتا ہے .... اور وہ زمین پر ہوتی ہے .... وہ اس کو استعمال کرتا ہے ... دوسری چیزوں کی طرح ... ٹائی کی طرح ... جوتے کی طرح .... ڈھول کی طرح ڈھم .... ڈھم .... ڈھم ....

یکایک اس کو اپنے آپ سے شدید نفرت کا احساس ہوا .... کس طرح وہ اس دوران چاروں خانے چت پڑی رہی .... وہ اس کو جھٹک بھی سکتی تھی .... وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر اس کمرے میں آسکتی تھی ... آخر وہ کیا جتلانا چاہ رہی تھی .... ؟ کیا وہ اس کے بے حس رویہ کے خلاف احتجاج کر رہی تھی کہ دیکھو .... میرے جذبات کا پاس نہیں کرتے ہو اس لئے میں فریجڈ ہوگئی ہوں۔ ... عورت کے جنسی رویے کو سمجھنے کی کیا وہ عقل رکھتا ہے جو یہ سوانگ وہ بھر رہی تھی ..... وہ خود ذلیل ہے .... بے وقوف عورت .... ماہر نفسیات بنتی ہے .... جمالیاتی حس پیدا کرے گی .... اپنے رنگ میں رنگے گی ... واہ! خوب رنگ رہی ہو اپنے رنگ میں .....

وہ ایک بے چینی سی محسوس کرنے لگی .... اٹھ کر کچن میں آئی۔ ایک گلاس پانی پیا اور بالکنی میں آکر کھڑی ہوگئی۔ ایک نظر اس نے سامنے کی طرف دیکھا چوک پر دکانیں بند ہوگئی تھیں۔ سڑک ویران تھی۔

بالکنی کی جالی پکڑ کر وہ نیچے ویران نگاہوں سے گھورنے لگی .... اس کے ساتھ نبھ نہیں سکتی .... اس کے پاس اصول اور عقائد ہیں اور وہ کسی اصول کی پابند نہیں ہوسکتی .... وہ ہر لمحہ کو اس کی اصلیت میں جینا چاہتی ہے اور وہ ہر لمحہ کو اصول کی کسوٹی میں دیکھتا ہے ......

زندگی گذارنے کے لئے اصول یا عقیدے کی کیا ضرورت ہے۔...؟ عقیدے کا مطلب ہے بندھن.... عقیدے کا مطلب ہے خوف نے راہ بنالی.... ایک ایسا خوف جس کا وجود نہیں ہے۔ جو خود انسانی ذہن نے رچا ہے اور اس خوف سے بچنے کے لئے کسی عقیدے کو پکڑتا ہے... کسی اصول کو اپناتا ہے.... وہ مورننگ واک اس لئے کرتا ہے کہ صحت بنی رہے.... یعنی اس کو خوف ہے کہ صحت کہیں خراب نہ ہو جائے.... وہ صرف چہل قدمی کرتا ہے.... صبح کی تازہ ہواؤں کا لطف نہیں لیتا.... لیکن وہ اگر مورننگ واک کرے گی تو اس لئے کہ تازہ ہواؤں سے لطف اندوز ہو سکے.... اس لئے نہیں کہ صحت بنے گی.... یہ تو مستقبل میں جینا ہوگا.... یہ خوف میں جینا ہوگا.... لیکن یہ شخص.... یہ شخص ایک طرح سے وہم میں جی رہا ہے...... کھانا بھی کس طرح کھاتا ہے.... ایک ایک دانہ چبا چبا کر.... یہ اس نے ہا بجن کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ اس طرح چبا چبا کر کھاؤ کہ غذا لار دا میں مل جائے.... اس سے کھانا ہضم ہوتا ہے... پھر پانی آخر میں پینا چاہئے.... اس کے ہونٹوں پہ ایک نفرت انگیز مسکراہٹ پھیل گئی۔.... اس طرح کھاتے ہوئے چپڑ چپڑ کی کتنی بھدّی آواز اس کے منھ سے نکلتی ہے..... اور اس وقت اس کی شکل.....

ایک لمحہ کے لئے اس کو حیرت ہوئی کہ وہ اس کے بارے میں اس طرح کیوں سوچنے لگی ہے۔ پہلے تو اس کا یہ خیال نہیں تھا.... کیا فاصلہ نفرت کی حدوں کو چھونے لگا ہے......؟

اُس نے پھر وہی بے چینی محسوس کی..... وہاں سے کچن میں آئی۔ پھر ایک گلاس پانی پیا اور بستر پر لیٹ گئی..... وہ اب کچھ نہیں سوچے گی.... کچھ نہیں.... کروٹ بدل کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی.... لیکن پھر اس کے کھانے کا طریقہ اس کو یاد آنے لگا تو اس نے نفرت سے سوچا کہ یقیناً اس کا یہ انداز فطری نہیں ہے.... اس کو کھانے کے ذائقہ سے بھی کوئی مطلب نہیں ہوگا.... کوئی اس سے پوچھے کہ ذائقہ بتاؤ تو وہ خاموش رہے گا لیکن فائدے گنوا سکتا ہے کہ اس میں کون کون وٹامن ہیں اور یہ کہ

اِس کو کھانے سے خون بنتا ہے اور ہڈّی مضبوط ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ میکانکی سطح پر جی رہا ہے اور وہ فطرت سے ہم آہنگ ہونا چاہ رہی ہے.... دھولی کھیل میں جب وہ زمین پر بیٹھی ہم آہنگی کے سرور میں تھی تو کس طرح اس نے یکایک زنجیر سی ہلائی تھی.... کرسی پر بیٹھو.... کرسی پر بیٹھنا چاہئے.... وہاں بھی وہ اس کو اصول کی بیڑیوں میں کسنا چاہ رہا تھا... آہ .... کس طرح ان لمحوں میں اس کا رشتہ فطرت سے کٹ گیا تھا اور خامشی ایک بھیانک سنّاٹے میں بدل گئی تھی....

اس شخص کا وجود آہستہ آہستہ اس کی زندگی میں ایک سنّاٹا خلق کر رہا ہے. شاید وہ بھی ایک روبوٹ ہو کر رہ جائے گی.... آج جس طرح وہ جبراً چہل قدمی کر رہی تھی۔ تو یہ کہیں ایک مشینی زندگی کی شروعات نہیں ہو....؟ سنیچر کی رات اس نے چہل قدمی کے لئے طے کی ہے .... عجیب گاودی آدمی ہے.... کھانا ہضم ہونا چاہئے.... صرف سنیچر کی رات ہی کیوں...؟ کہیں اس لئے تو نہیں کہ اس کو ہم بستر ہونا تھا۔ وہ اپنے اس خیال پر چونک پڑی اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کو یاد آیا کہ جب وہ کٹھمنڈو سے لوٹی تھی تو اس دن سنیچر ہی تھا اور وہ چہل قدمی کے لئے اسی طرح اصرار کر رہا تھا اور اس رات بھی وہ .....

گویا اس کے استعمال کے لئے سنیچر کا دن طے ہوا ہے .... ہر سنیچر کی رات پہلے ٹہل لو تاکہ کھانا ہضم ہو.... شکم پُر ہو تو جماع نہیں کرنا چاہئے.... بدہضمی ہوتی ہے .... اس لئے پہلے تھوڑی دیر ٹہلو.... پھر بستر پر چاروں خانے....

اس کو چکّر سا آنے لگا۔ وہ سر تھامے بیٹھی رہی... پھر یکایک متلی سی ہوئی تو وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باتھ روم میں گھسی اور نل پکڑ کر اُلٹی کرنے لگی.... ایک دو اُلٹی کے بعد اس نے کمرے میں لائٹ جلنے کی آواز سنی۔ شاید اُلٹی کی آواز سے وہ جاگ گیا تھا... وہ باتھ روم میں آیا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو ــــ؟"

وہ چپ رہی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے ــــ؟"

وہ چپ رہی۔

"کچھ بولتی کیوں نہیں ــ؟"

جواب میں اس نے جلتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ ہونٹوں کو دانتوں سے دبایا اور غصہ کو روکنے کی کوشش کی۔

"کچھ بتاؤ تو ــ"

"پلیز ڈونٹ ڈسٹرب....." اس کا لہجہ روہانسی ہو گیا۔

وہ کچھ دیر اس کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر وہاں سے ہٹ گیا۔

صبح وہ گھر سے باہر نکلا تو اس نے ساری کتابیں سوٹ کیس میں پیک کیں۔ فلیٹ میں تالا لگایا چابی پڑوسی کے حوالے کی اور پاپا کے یہاں چلی آئی۔

پاپا اس وقت گھر میں نہیں تھے۔ وہ تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی اور پلنگ پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کچھ دیر بعد نیچے گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو اس نے جلدی جلدی آنسو پونچھے اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

کمرے میں آتے ہی پاپا مسکرائے۔

"تم کب آئیں ــ؟"

وہ چُپ رہی۔

پاپا نے ایک بار اس کو غور سے دیکھا۔ پھر بولے۔

"اچھا ہوا تم آگئیں ....."

وہ پھر بھی چپ رہی۔

تب پاپا نے آہستہ سے اس کے گالوں کو تھپتھپایا۔

"میں چاہتا تھا تم تھیسس یہیں مکمل کرو...."

بہت بے دلی سے اس نے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا۔ برگد کی اوپری شاخ پر ایک پرندہ تنہا بیٹھا ہوا تھا.... لاش بھٹی کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ اس کی سپاٹ دیواروں کے پیچھے ندی نگاہوں سے کہیں اوجھل تھی.....